40

5 نومبر 2003ء — 9 رمضان 1424ھ

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

اتباعِ رسول ﷺ کی اہمیت (خطبۂ جمعہ)

- علامہ اقبال اور پاکستان (اقبالیات)
- ایشیا سے بڑھ کر اسلام کا مقدمہ (مہاتیر محمد)
- فرینڈز ناٹ ماسٹرز (تجزیہ)

www.tanzeem.org

دن کا روزہ' رات کا قیام

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:'

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) (رواہ البخاری ومسلم)

'جس نے روزے رکھے رمضان میں ایمان واحتساب کے ساتھ' بخش دیئے گئے اس کے تمام سابقہ گناہ' اور جس نے (راتوں کو) قیام کیا رمضان میں ایمان واحتساب کے ساتھ' بخش دیئے گئے اس کے جملہ سابقہ گناہ۔''

آپ نے دیکھا کہ صحیحین کی اس حدیث کی رو سے صیام اور قیام بالکل ہم وزن اور متوازی ومساوی ہو گئے! اس حدیث میں عربی میں ''قام'' کا جو لفظ آیا ہے اس کا ترجمہ میں نے ''راتوں کو قیام'' کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ملاحظہ فرمائیں! اس حدیث کو امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے ''شعب الایمان'' میں روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا)۔ روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پوری کرنے سے روکے رکھا تھا' آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت ورحمت کا معاملہ فرما!) اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا' خداوند آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما!) چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور خاص مراحمِ خسروانہ سے اسے نوازا جائے گا)''

اس حدیث شریف سے بات بالکل واضح اور صاف ہوگئی کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس قیام کا ذکر ہے' اس سے اصل مراد اور اس کا اصل مدّعا ومنشاء یہ ہے کہ رمضان کی راتیں یا ان کا زیادہ سے زیادہ حصہ قرآن مجید کے ساتھ بسر کیا جائے۔ یقیناً اب آپ لوگ سمجھ لیں گے کہ میری اس رائے کی بنیاد کیا ہے کہ پوری رات قرآن مجید کے ساتھ بسر ہونی چاہئے۔ اس حدیث سے نہ صرف یہ مترشح ہوتا ہے کہ افضل عمل یہ ہے کہ رمضان کی پوری رات قرآن مجید کے ساتھ گزرے' بلکہ اس حدیث کی رو سے یہ بات وجوب کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ میں آپ حضرات کو دعوت دیتا ہوں کہ اس حدیثِ شریفہ کے الفاظ پر غور کیجئے۔ صیام وقیام کا ہم وزن اور متوازی معاملہ ہے کہ نہیں؟ روزے میں آپ کتنا وقت گزارتے ہیں' اس نقطۂ نظر سے صیام وقیام کے متوازی الفاظ پر پھر غور کیجئے۔ کیا الفاظ کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ جس طرح دن روزے کی حالت میں گزارا ہے' اُسی طرح رات قرآن کے ساتھ گزاری جائے — قرآن کی تلاوت قیام یعنی صلوٰۃ کے ساتھ افضل ترین ہے اور بیٹھ کر اس کا مطالعہ بھی بہت بابرکت ہے۔ یہی معاملہ متفق علیہ روایت کا بھی ہے جو میں اس حدیث سے قبل آپ کو سنا چکا ہوں جس میں ایمان واحتساب کے ساتھ صیام وقیام پر نبی اکرم ﷺ نے تمام پہلے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی ہے۔ پس ان احادیث سے دین کی روح یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر واقعتاً اس ماہ مبارک کی برکتوں اور عظمتوں سے استفادہ کا عزم اور ارادہ ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ دن کا روزہ ہو اور پوری پوری رات قرآن کے ساتھ بسر ہو۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے یہ نرمی رکھی ہے کہ اسے فرض نہیں کیا۔

ماخذ: عظمتِ صیام و قیام رمضان المبارک

تحریر: ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (آیت259)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾

''یا اسی طرح اس شخص کو (نہیں دیکھا) جسے ایک گاؤں میں جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا اتفاق گزر ہوا۔ تو اس نے کہا کہ اللہ اس (کے باشندوں) کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا۔ تو اللہ نے اس کی روح قبض کر لی (اور) سو برس تک (اس کو مُردہ رکھا) پھر اُس کو جلا اٹھایا اور پوچھا تم کتنا عرصہ (مرے) رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ اللہ نے فرمایا (نہیں) بلکہ سو برس (مرے) رہے ہو۔ اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ (اتنی مدت میں مطلق) سڑی بُسی نہیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو (جو مرا پڑا ہے) غرض (ان باتوں سے) یہ ہے کہ ہم تم کو لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) نشانی بنائیں اور (ہاں گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم اُن کو کیونکر جوڑے دیتے اور ان پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔ جب یہ واقعات اُس کے مشاہدے میں آئے تو بول اُٹھا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

یا پھر اس شخص کے واقعہ کو ذرا یاد کیجئے جس کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا جو اوندھی پڑی تھی' اپنی چھتوں پر۔ اس آیت کی تفسیر میں مختلف تعبیرات کی گئی ہیں۔ ہوا یوں کہ بادشاہ بخت نصر نے 586 ق م میں فلسطین پر حملہ کیا۔ [آج عراق اور اسرائیل کے درمیان جو دشمنی ہے' یہ اس ڈھائی ہزار سال پرانی دشمنی کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے] یہ حملہ بارہ لاکھ کی آبادی پر تھا۔ بخت نصر نے 6 لاکھ کو قتل کیا اور 6 لاکھ کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک کر لے گیا اور انہیں سالہا سال تک قید کی صعوبت میں رکھا۔ یروشلم کا یہ حال تھا کہ اُجڑا ہوا شہر' کسی انسان کا وجود نہیں' کوئی دو اینٹوں کا گھر سلامت نہیں۔ اسی وقت ہیکل سلیمانی شہید کیا گیا۔ یہودیوں کے کہنے کے مطابق اسی ہیکل سلیمانی کے تہ خانہ میں وہ تابوت سکینہ بھی تھا اور اُن کے ربانی بھی موجود تھے! جو وہیں نیچے دب کر مر گئے۔ اگر یہودیوں کا یہ قول صحیح ہے تو یہ وہی اُجڑی ہوئی بستی ہے جہاں سے حضرت عزیر علیہ السلام کا گزر ہوا اور انہوں نے دیکھا کہ بستی اُجڑی پڑی ہے' کوئی متنفس نہیں' تو انہوں نے کہا کہ اللہ اس بستی کو اس کے اس طرح مردہ ہو جانے اور برباد ہو جانے کے بعد کیسے زندہ کرے گا! اتنی بڑی تباہی اور بربادی کے بعد کہ لوگوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہیں بچا تو اب اس اجڑی ہوئی بستی میں زندگی کی رونق کیسے بحال ہو سکتی ہے! حضرت عزیرؑ کا یہ سوچنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی۔ سو برس تک انہیں مردہ رکھا اور پھر انہیں اٹھایا اور پوچھا اے عزیرؑ تو کتنی دیر یہاں پڑا رہا؟ حضرت عزیرؑ نے جواب دیا کہ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ یہاں رہا ہوں۔

گویا اُن کو محسوس ہوا کہ ان پر نیند طاری ہوئی اور تھوڑی دیر تک وہ وہاں سوتے رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں تم تو ایک سو سال تک یہاں پڑے رہے ہو۔ ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو' ان کے اندر کوئی باسی پن پیدا نہیں ہوا۔ وہ ویسی کی ویسی تر و تازہ ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے سواری کے گدھے پر نظر ڈالو [اس کو مرے سو سال ہو چکے ہیں] اس کی ہڈیاں ہی رہ گئی تھیں' گوشت گل سڑ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ہم نے اس لئے کیا کہ آپ کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنانا ہے اور یہ جو معجزہ آپ کے سامنے ہم نے وقوع پذیر کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ خود آپ کو یقین کامل ہو جائے۔ اب دیکھو اُن (گدھے کی) ہڈیوں کو' ہم انہیں کس طرح اٹھاتے ہیں اور ابھارتے ہیں۔ اتنے میں وہ ہڈیاں خود بخود ابھریں اور جڑ کر کھڑی ہو گئیں۔ فرمایا پھر دیکھو ہم تمہاری نگاہوں کے سامنے اس کو گوشت پہناتے ہیں۔ چنانچہ عزیر علیہ السلام کا گدھا صحیح سالم زندہ سلامت ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جب عزیرؑ نے آنکھوں سے یہ سارا کچھ مشاہدہ کر لیا تو کہنے لگے کہ میں پوری طرح جان گیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ یعنی وہ اس اُجڑی ہوئی بستی کو دوبارہ آباد کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہی بربادشدہ بستی دوبارہ آباد ہوئی اور اس کی رونقیں بحال ہوئیں' پھر دوبارہ وہاں ہیکل سلیمانی تعمیر کیا گیا۔

فرمانِ نبویؐ

افضل جہاد

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ ((اَفْضَلُ الْجِهَادِ اَنْ تُجَاهِدَ نَفْسَكَ وَهَوَاكَ فِىْ ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''افضل جہاد یہ ہے کہ تو اپنے نفس اور خواہشات سے کشمکش کرے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار بنا لے۔''

اس حدیث کے مطابق اپنے نفس کی اصلاح سب سے بڑا جہاد ہے اور یہی انسان کو قتال فی سبیل اللہ کے لئے تیار کرتا ہے۔

قرآن اکیڈمی
نمبر 30-10-03
۳۶-کے ماڈل ٹاؤن

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تجاویز کے ساتھ دھمکی بھی!

بین الاقوامی تعلقات میں یہ جسارت بھی چانکیہ سیاست کا مرید بھارت ہی کر سکتا ہے کہ اپنے پڑوسی ملک کو تجاویز کے ساتھ دھمکی بھی دے ڈالے کہ یہ تجاویز منظور کرو ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ 22 اکتوبر کو بھارتی کابینہ کے اجلاس کے بعد بھارتی وزیر خارجہ یشونت سنہا نے کشمیر کے عالمی تنازعے سے ایک بار پھر گریز کرنے کی خاطر بارہ تجاویز کی پیشکش کی اور 25 اکتوبر کو بھارت کے وزیر دفاع جارج فرنینڈس نے ایک پریس کانفرنس میں دھمکی دے ڈالی کہ یہ تجاویز امن کی بحالی کی آخری کوشش ہے۔ اگر یہ تجاویز پاکستان نے تسلیم نہ کیں تو آخری اور واحد راستہ صرف جنگ کا رہ جاتا ہے۔

بھارت کی طرف سے مجوزہ تجاویز یہ ہیں: فضائی سروس اور ریلوے رابطے کی بحالی' کراچی ممبئی فیری سروس کا آغاز' سری نگر تا مظفر آباد اور راجستھان تا سندھ بس سروس کا آغاز' کرکٹ سمیت کھیل کے رابطوں کی بحالی' سفارتی عملے کی تعداد میں اضافہ' دونوں ملکوں کے بڑے شہروں میں ویزا دفتروں کا قیام' ماہی گیروں کو سہولت' کوسٹ گارڈز میں باہمی تعلقات' معمر افراد کو تنہا سفر کرنے کی اجازت اور دو پاکستانی بچوں کو مفت علاج کی پیشکش۔ ان تجاویز میں نہ تو پاکستان سے جامع اور بامقصد مذاکرات کا ذکر کیا گیا اور نہ کشمیر کے تنازعے کا حوالہ دیا گیا۔ مذاکرات کو بھارت نے حسبِ معمول اس موقع پر بھی دراندازی کے خاتمے کے ساتھ مشروط کیا ہے اور کشمیر کے تنازعے کے ضمن میں عالمی برادری کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے یہ چال چلی ہے کہ آل پارٹیز حریت کانفرنس کے رہنما عباس انصاری صاحب کے ساتھ مذاکرات کا اعلان کیا ہے اور اس سلسلے میں نائب وزیراعظم ایل کے ایڈوانی کو ہدایت کی ہے کہ وہ عباس انصاری کے ساتھ مذاکرات کریں۔

سوال یہ ہے کہ بھارت کو اچانک اور ڈرامائی انداز میں یہ تجاویز پیش کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ عالمی سیاسی پس منظر اور صورتِ حال میں جو تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں' اُن پر اور بھارت پر ان کے منفی اثرات پر نظر رکھی جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ بھارت نے خود کو اِن منفی اثرات سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ بھارتی تجاویز کے پس پردہ اسلامی سربراہ کانفرنس' سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ کا دورۂ پاکستان' پاکستان کے کامیاب میزائل تجربات' پاکستان اور چین کے دفاعی تعلقات میں پیش رفت کے باہمی روابط' اسلامی سربراہ کانفرنس میں مسئلہ کشمیر کے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کرنے پر زور' شہزادہ عبداللہ اور جنرل پرویز مشرف کا اسرائیل اور بھارت کے بڑھتے ہوئے دفاعی تعلقات کو جنوبی ایشیا کے لئے خطرناک قرار دینا' یہ سب عوامل کام کرتے ہوئے صاف نظر آتے ہیں۔ یقیناً بھارت جیسا عیار اور شاطر ملک بیداری کی اُس تازہ لہر سے بے خبر نہیں ہو سکتا جو عالم اسلام میں اسرائیل کے خلاف جوابی اقتصادی اقدامات کے سلسلے میں پیدا ہو رہی ہے اور جس پر گزشتہ دنوں ''عرب لیگ'' کے اجلاس میں بھی سنجیدگی سے غور ہوا ہے۔ اسرائیل سے بھارت کے بڑھتے ہوئے دفاعی' اقتصادی اور تجارتی روابط کے پیش نظر عرب اپنے مفادات کے لئے اسرائیل کے ساتھ ساتھ بھارت کو بھی خطرہ محسوس کرنے لگے ہیں۔ اس لئے نظر یہی آتا ہے کہ بھارت نے دنیائے اسلام اور یوں عالمی برادری کی توجہ ''اسرائیل' بھارت اور امریکا'' کے گٹھ جوڑ کے مضمرات ونتائج سے ہٹانے کے لئے نئی تجاویز کا پُرفریب جال پھینکا ہے۔

بھارتی حکومت کا حریت کانفرنس کے سابق چیئرمین اور متنازعہ شخصیت عباس انصاری سے پاکستان کے کٹر دشمن ایل کے ایڈوانی کے مذاکرات کا اعلان بجائے خود بھارت کی بدنیتی کا کھلا ثبوت ہے۔ عباس انصاری نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا ہے' جبکہ حریت کانفرنس کے موجودہ چیئرمین سید علی گیلانی نے بھارت کی اس پیشکش کو بے معنی قرار دیتے ہوئے سختی سے مسترد کر دیا اور کہا ہے کہ جب تک مسئلے کے تیسرے فریق ''پاکستان'' کو مذاکرات میں شامل نہیں کیا جاتا' بھارت اور پاکستان کے تعلقات معمول پر نہیں آ سکتے۔ سید علی گیلانی نے تو بھارتی عزائم کو بے نقاب کر کے سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا ہے' لیکن پاکستان کی فوجی قیادت سے اندیشہ ہے کہ وہ پہلے کی طرح ایک بار پھر اس بھارتی جال میں پھنس جائیں گے' جس کی سازشی ڈور امریکا کے ہاتھ میں ہے' جس نے تجاویز کا اخباری اعلان آتے ہی ان کا پُرجوش خیر مقدم کیا ہے۔ ہمیں اپنی موجودہ امریکا نواز قیادت سے اُمید تو نہیں مگر درخواست ضرور ہے کہ وہ اپنے اس دیرینہ حریف کی سابقہ اور موجودہ پُرفریب چالوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے اپنے اصولوں اور مفادات کا معاملے میں کوئی نرمی نہ دکھائے اور کم از کم اپنے نعرے ''سب سے پہلے پاکستان'' ہی کا بھرم رکھے۔ ہماری لیڈر شپ اگر اپنے اصولوں اور مفادات سے وفادار رہی تو بھارتی تجاویز کے مصنوعی غبارے سے' اپنے وقت پر ہوا خود بخود نکل جائے گی۔

(ادارہ)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ	30 اکتوبر تا 5 نومبر 2003ء	جلد
40	۳ تا ۹ رمضان ۱۴۲۴ھ	12

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر انتظامی: سید قاسم محمود
مجلس ادارت: ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

اس شمارے میں

4۔ کیا طالبان کو خلافت کا اعلان کر دینا چاہیے؟
5۔ اتباعِ رسول ﷺ کی اہمیت (خطبۂ جمعہ)
7۔ فرینڈز ناٹ ماسٹرز! (تجزیہ)
10۔ سید احمد شہید کی سیاسی فراست
12۔ ایمان بالرسالت صلی اللہ علیہ وسلم
14۔ علامہ اقبال اور قیامِ پاکستان
16۔ ویلکم رمضان! اور ضروری مسائل روزہ
18۔ حلقہ پنجاب شمالی اور حلقہ پنجاب جنوبی کے دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

سالانہ زرِ تعاون: 250 روپے' فی شمارہ: 5 روپے
برائے یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
برائے امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

ناشر: محمد سعید اسعد ○ مطبع: مکتبہ جدید پریس لاہور

محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: عام خیال یہ ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔ اس خیال کی تائید آپ کی نظر میں قرآن اور جدید سائنس سے کتنی ہوتی ہے؟ مزید یہ کہ اس آیت کی صحیح تشریح کیا ہوگی جس میں تمام انسانیت کو نفس واحدہ سے پیدا کرنے کا ذکر ہے؟

ج: دیکھئے یہ مسئلہ بڑا مشکل ہے اور اس طرح کے سوال و جواب کی نشست میں تو اس پر وضاحت سے کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ اللہ نے انسان کو کیسے پیدا کیا؟ جیسے کوئی بچہ کھیلتا ہے اور گارے سے کوئی چیز بناتا ہے' پھر اس میں پھونک مارتا ہے۔ یہ بات کوئی حرام نہیں' ان ہونی نہیں ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے' جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پرندے کی شکل بناتے تھے اور اس میں پھونک مارتے تھے اور وہ اڑتا ہوا پرندہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اللہ نے انسان کو کیسے اور کس طرح پیدا کیا' اس حوالے سے قرآن مجید میں کہیں آتا ہے کہ مٹی سے پیدا کیا' کہیں گارے سے پیدا ہونے کا ذکر ہے' کہیں وہ گارا جس کے اندر بدبو پیدا ہوگئی اس سے پیدا کرنے کا بیان ہے' کہیں یہ کہا گیا کہ جب وہ سوکھ کر کھنکنے لگا تو اس سے پیدا کیا۔ اب یہ مختلف الفاظ ہیں جن پر صاحب علم لوگ گفتگو کر سکتے ہیں۔ اسی طریقے سے حضرت حوا کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کرنے کا ذکر قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے۔ یہ اصل میں تورات میں ہے اور وہیں سے ہمارے ہاں بھی روایات کے اندر یہ شے آگئی ہے۔ ہوسکتا ہے اللہ نے ایسا کیا ہو! لیکن یہ کہ نفس واحدہ سے مراد تو ایک جان ہے۔ سب سے پہلے فرض کیجئے کہ ایک سیل (Cell) وجود میں آیا' امیبا۔ وہ بھی ایک جان تھی۔ جدید نظریات کے مطابق اسی جان میں ارتقا ہوا ہے اور بڑی بڑی چیزیں پیدا ہو گئیں۔ اسی جان سے اس کا جوڑا بھی بنا ہے۔ تو ایک یہ مفہوم ہے کہ جو جدید سائنس کے ساتھ مطابقت رکھنے والا ہے۔ تاہم اگر دوسرا تصور ہے تو اس میں بھی کوئی حرام بات نہیں یہ بھی ٹھیک ہے' لیکن میں اس کا قائل نہیں ہوں۔

س: پچھلے کسی درس میں آپ نے سودی کمائی کے ہدیئے کے متعلق یہ استثناء رکھا کہ اس کمائی کے سودی تناسب کو پیش نظر رکھا جا سکتا ہے۔ کیا اسی طرح بنک کا معاملہ بھی کیا جاسکتا ہے؟ بنک میں صرف سود نہیں ہوتا بلکہ وہاں لوگوں کی پراپرٹی کی حفاظت بھی ہوتی ہے اور کرنٹ اکاؤنٹ بھی ہے۔ لہٰذا کیا بنک کی نوکری کی کوئی راہ نکل سکتی ہے جس میں آپ تناسب کے لحاظ سے اپنے لئے کوئی جائز تنخواہ وصول کرلیں؟

ج: دیکھئے زمین آسمان کا فرق ہے۔ این آئی ٹی ایک ادارہ ہے۔ وہ مختلف کمپنیوں' فیکٹریوں وغیرہ کے حصص خریدتے ہیں۔ ان حصص کے خریدنے اور بیچنے میں ان کو جو منافع ہوتا ہے' وہ تقسیم کر دیتے ہیں۔ البتہ بعض کاموں کے اندر جو کہ ان کے مجموعی کاروبار کا چھ سات فی صد بنتے ہیں' سود کی بھی آمیزش ہو جاتی ہے۔ اب چونکہ سرمایہ کاری کی اور کوئی بھی شکل ایسی نہیں ہے کہ جو سود سے بالکل خالی ہو' اس لئے اس بارے میں علماء کا فتویٰ ہے جس میں مولانا تقی عثمانی صاحب بہت اہمیت کے حامل ہیں جو کہ مفتی محمد شفیع صاحب کے فرزند اور فقہ حنفی کے بڑے ماہر عالم ہیں' کہ این آئی ٹی میں سرمایہ کاری کر کے اگر آپ اپنے منافع میں سے سات فیصد نکال دیں تو پھر باقی آپ کے لئے جائز ہے۔ لہٰذا اس کی سروس کرنا اور بات ہے جبکہ بنک کی ملازمت کرنا' جہاں 95 فیصد معاملہ سود کا ہے' بالکل دوسری بات ہے۔ بینک تو آپ کے کرنٹ اکاؤنٹ کو بھی جب استعمال کرتا ہے تو سود پر دیتا ہے۔ وہ تو درحقیقت آپ کے اس اکاؤنٹ سے دوہرا فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ سیونگ اکاؤنٹ میں رکھی گئی رقم کو جب بینک استعمال کرتا ہے تو اسے 10' 15 فیصد سود پر دیتا ہے' جس میں سے 7' 8 فی صد وہ اکاؤنٹ ہولڈر کو ادا کرتا ہے ___ جبکہ کرنٹ اکاؤنٹ ہولڈر کو تو وہ کچھ بھی نہیں دیتا اور سارے کا سارا منافع خود رکھ لیتا ہے۔ ان چیزوں کی وجہ سے بینک ایک ایسا ادارہ ہے جس میں غالب ترین حصہ سود کا ہے۔ لہٰذا اس سے حتی الوسع بچنا چاہئے۔

س: طالبان اب تک لڑ رہے ہیں اور امریکی فوجی تھک چکے ہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ لہٰذا سب کو چاہئے کہ طالبان کے ہاتھ مضبوط کریں۔ خلافت کا اعلان عام کر دینا چاہئے؟

ج: جہاں تک خلافت کا تعلق ہے تو مشرف صاحب نے بہت ہی غلط بات کہی ہے۔ پاکستان کا تو استحکام ہی نہیں بقا بھی صرف خلافت کے نظام ہی سے ہے' ورنہ یہ نہیں رہے گا' ختم ہو جائے گا۔ میں یہ علیٰ وجہ البصیرت کہہ رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ نظام خلافت یہاں پر قائم ہوگا۔ ویسے نظری اعتبار سے یہ قائم ہو چکا ہے' عملاً نہیں ہے۔ 1949ء میں ہم نے قرارداد مقاصد پاس کی تو وہ ہمارے دستور میں دفعہ 2 (الف) کے نام سے موجود ہوگئی۔ اس میں حاکمیت کے حوالے سے ہم نے تسلیم کیا کہ یہ اللہ کی ہے' تو خلافت ہو گئی۔ خلافت نام ہے اللہ کی حاکمیت اور انسان کے لئے نیابت (Vicegerency) کا' جبکہ جمہوریت میں عوام کی حاکمیت (Popular Sovereignty) کو مانا جاتا ہے۔ یہ کفر ہے۔ یہی شرک ہے۔ اگر کوئی ایک آدمی Sovereign ہو تو وہ بھی کفر اور شرک ہے' چاہے فرعون ہو' نمرود ہو' کوئی بھی ہو اور اگر وہ vereignty لوگوں میں تقسیم کر دی جائے تو بھی وہ شرک Human Sovereignty کا تصور شرک ہے۔ کو حاکم مطلق مان لیں اور اس کی حدود کے اندر ا اختیار استعمال کریں۔ یہ صراحت کے ساتھ ہماری قر مقاصد میں ہے' جو ہمارے دستور کا جزو لاینفک ہے' ا اس پر عمل نہیں ہو رہا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہم آپ مسلمان تو ہیں لیکن عمل ہم نہیں کر رہے' یا تھوڑا کر رہے ہیں' پورا نہیں کر رہے۔ ایسے بھی بے شمار ہیں جو سرے سے کچھ نہیں کر رہے لیکن اس کے باوجود ان کا شمار مسلمانوں میں ہوگا۔ وہ کافر نہیں ہیں۔ تو جیسے پاکستان کی اکثریت بے عمل مسلمان ہے ایسے ہی یہ ہماری بے عمل خلافت ہے قائم ہے۔ نظری طور پر خلافت اس ملک میں موجود ہے' نہیں ہے۔ اللہ کرے کہ وہ عملاً بھی جلد قائم ہو جائے!

س: ایک آدمی نے دو لاکھ روپے پر دو سال کے لئے مکان گروی کیا ہے۔ اگر وہ آگے کرائے پر دیتا ہے تو وہ کرایہ اس کے لئے حلال ہے یا حرام؟

ج: وہ اگر کرایہ پر دیتا ہے تو کرایہ اصل مالک کے پاس جائے گا۔ گروی شدہ شے سے کوئی فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر وہ آپ لیں گے تو وہ سود ہوگا۔ البتہ جانوروں کے بارے میں اجازت ہے۔ اگر کسی نے اپنی بکری آپ کے پاس گروی رکھ دی ہے تو بکری کو چارہ بھی آپ ڈالیں گے اور پھر دودھ بھی آپ کا ہو جائے گا۔ وہ اس لئے کہ آپ چارہ اس کو کھلا رہے ہیں تو دودھ آپ کا ہوگا۔ لیکن اگر مکان ہے اور وہ آپ کرائے پر دے رہے ہیں تو اس کا کرایہ اصل مالک مکان کو جائے گا۔

(مرتب: محمد خلیق)

پاسپورٹ جلد پہنچایئے

کچھ عرصہ قبل کراچی میں شفیق احمد شاد صاحب نے کسی محترم رفیقِ ''تنظیم'' کو اشرف بیگ اور اُن کے والد صاحب کے پاسپورٹ دیئے تھے کہ اُن تک لاہور پہنچا دیں۔ لیکن ابھی تک انہوں نے وہ پاسپورٹ نہیں پہنچائے۔ ان سے درخواست ہے کہ مطلوبہ پاسپورٹ جلد از جلد اشرف بیگ صاحب کو قرآن اکیڈمی پہنچا دیں۔

فون: 03-5869501

تعلق مع اللہ کا ذریعہ اور اتباع رسول ﷺ کی اہمیت

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کے 24 اکتوبر 2003ء کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص

❁ آج ہم سورۂ بنی اسرائیل کے نویں رکوع کا مطالعہ شروع کر رہے ہیں۔ اس سورۂ مبارکہ کے حوالے سے یہ بات ذہن میں مستحضر رہنی چاہئے کہ یہ آیات سیرتِ طیبہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے مکی دور کے آخری حصے میں یعنی ہجرت مدینہ سے متصلاً قبل نازل ہوئیں۔ اس وقت تک آنحضور ﷺ کو دین توحید کی دعوت دیتے ہوئے گیارہ بارہ برس گزر چکے تھے۔ لہٰذا اس سورۂ مبارکہ میں جو مضامین بیان ہو رہے ہیں انہیں اس وقت کے حالات و واقعات کے پس منظر میں سمجھنے کی کوشش کی جانی چاہئے۔

قصہ آدم و ابلیس اور شیطان کے ہتھکنڈوں کے بارے میں ہم اسی سورۂ مبارکہ میں پڑھ چکے ہیں کہ شیطان نے تکبر کی وجہ سے آدم علیہ السلام کی فضیلت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ سردارانِ قریش اور یہود کی مخالفت کا سبب بھی یہی تکبر اور حسد تھا' کیونکہ ان پر حق اچھی طرح واضح ہو چکا تھا' جیسا کہ قرآن یہود کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ آنحضور ﷺ کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے تھے۔ اسی طرح مشرکین مکہ نے بھی حق واضح ہو جانے کے باوجود آپ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کا مکہ میں رہنا دشوار کر دیا تھا۔ مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے۔ آنحضور ﷺ پر ہر طرح دباؤ ڈالا گیا کہ آپؐ اس دعوتِ توحید سے باز آ جائیں یا ہمارے معبودانِ باطل کے لئے بھی گنجائش پیدا کریں۔ ان حالات میں نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے لئے استقامت اور مدافعت کا واحد ذریعہ تعلق مع اللہ تھا۔ چنانچہ اس رکوع کے آغاز میں مسلمانوں کو تعلق مع اللہ کے ذرائع کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

''نماز قائم کرو سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک' اور فجر کی نماز میں قرآن پڑھا کرو' (کیونکہ) صبح (فجر کے وقت) کا قرآن پڑھنا موجب حضوری ہے''۔ (آیت: 78)

یہاں بتایا گیا کہ تعلق مع اللہ کا ذریعہ نماز اور تلاوتِ قرآن ہے۔ لہٰذا ان دونوں پر مداومت حاصل کرو۔ قرآن کے دوسرے مقامات پر بھی نماز اور تلاوت قرآن کو مومنین کے لئے تقویت کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔ اس آیت میں پنجگانہ نمازوں کے اوقات کی طرف بھی اشارہ ہے۔ سورج کے ڈھلنے سے رات کے تاریک ہونے تک ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں' جبکہ ایک نماز کو علیحدہ کیا کہ فجر میں قرآن پڑھا کرو۔ حضور اکرم ﷺ فجر کی نماز میں باقی نمازوں کی نسبت طویل قراءت فرمایا کرتے تھے۔ فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا بڑا مفید ہے کیونکہ یہ بڑا حضوری کا وقت ہے۔ حضوری دو اعتبارات سے ہے۔ ایک تو یہ کہ اس وقت انسان کی طبیعت میں حضوری کی کیفیت ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ فرشتوں کی حاضری کے اوقات میں فجر کا وقت بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے اور فرشتوں کی موجودگی کے باعث اس وقت مسلمانوں پر سکینت کی کیفیت ہوتی ہے۔

منکرین سنت کہتے ہیں کہ ہماری ہدایت و رہنمائی کے لئے صرف قرآن ہی کافی ہے'
وہ لوگ آج تک نمازوں کی تعداد اور اُس کی ہیئت پر متفق نہیں ہو سکے

نمازوں کی تعداد کے حوالے سے ضمناً یہ بات سمجھ لیجئے کہ یہاں اگرچہ ان اوقات سے پانچ نمازوں کا نظام ہی مراد ہے لیکن تعین کے ساتھ ان نمازوں کے اوقات کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں' بلکہ یہ نظام ہمیں نبی اکرم ﷺ نے دیا ہے' تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ اتباع رسول ﷺ کی کیا اہمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو منکرین سنت ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری ہدایت و رہنمائی کے لئے صرف قرآن ہی کافی ہے وہ لوگ آج تک نمازوں کی تعداد اور اس کی ہیئت پر متفق نہیں ہو سکے' کیونکہ نماز کی ادائیگی کا طریقہ اور اس کی تعداد اور اوقات کا نظام تو ہمیں سیرتِ طیبہ ہی سے ملتا ہے۔ چنانچہ آج چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود قرآن و سنت کے ماننے والوں میں نماز کی رکعتوں' تعداد اور اوقات میں کوئی اختلاف نہیں۔ نماز کے حوالے سے چند فروعی اختلافات ضرور ہیں کہ رفع یدین کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین زور سے کہنا ہے یا آہستہ۔ لیکن اس کے باوجود نماز کی ہیئت (Formation) میں کوئی فرق نہیں۔ یہ نہیں کہ کسی کے ہاں دو رکوع ہوں یا کوئی رکوع سے پہلے سجدوں کا قائل ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو ایک امام کے پیچھے نماز ادا کرنا ممکن نہ ہوتا۔ یہ قرآن و سنت کے اسی باہم مربوط نظام کی برکات ہیں کہ حرمین شریفین میں ایک امام کے پیچھے دنیا بھر سے آئے ہوئے مختلف ممالک کے مسلمان نماز ادا کرتے ہیں اور کہیں فارمیشن ٹوٹنے نہیں پاتی۔

آگے فرمایا:

''اور رات کے کچھ حصہ میں اس قرآن کے ساتھ جاگا کرو (وقت لگایا کرو)۔ یہ تمہارے لئے اضافی ہے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز کر دے۔'' (آیت: 79)

یہاں خاص حضور ﷺ سے خطاب ہے۔ رات کے جاگنے سے مراد تہجد کی نماز ہے۔ اصطلاح میں تہجد سے مراد کچھ سو کر بیدار ہونا اور نماز میں قرآن کی طویل قراءت کرنا ہے۔ یعنی تہجد کے وقت جو نماز پڑھی جائے اس میں بھی اصل پیش نظر یہ رہے کہ قرآن حکیم کا زیادہ سے زیادہ حصہ تلاوت کیا جائے۔ یہ چھٹی نماز نبی اکرم ﷺ کے لئے اضافی طور پر فرض تھی۔ اسی اعتبار سے جو لوگ آپ ﷺ کے مشن یعنی کل روئے ارضی پر غلبہ دین حق کے لئے شیطانی قوتوں سے نبرد آزما ہوں ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ نماز تہجد کا اہتمام کریں تاکہ شیطان اور نفس کے حملوں کے خلاف قوت کے ذریعے مدافعت ہو سکے۔ البتہ عام مسلمانوں کے لئے حکم ہے کہ وہ پنج وقتہ فرض نمازوں کا اہتمام کریں۔

یہاں نبی اکرم ﷺ کی ایک امتیازی شان کا تذکرہ ہے کہ اللہ آپ ﷺ کو آخرت میں مقام محمود سے سرفراز فرمائے گا۔ یہ بلند مقام صرف آپ ﷺ ہی کے لئے مخصوص ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا:
''کہئے (دعا کیجئے) کہ اے رب مجھے داخل فرما' صدق کا داخل فرمانا اور مجھے نکال (یہاں سے) تو سچائی کے ساتھ۔ اور خاص اپنے پاس سے میرے لئے وہ مدد فراہم کر جس میں زور و قوت بھی ہو۔'' (آیت:80)

ان الفاظ میں دراصل ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں آنحضور ﷺ کو ایک طرح سے تسلی دی گئی ہے کہ مکہ مکرمہ سے آپ کا نکلنا بھی عزت اور وقار کے ساتھ ہوگا اور جہاں آپ ہجرت کر کے جائیں گے وہاں آپؐ کا داخلہ بھی عزت اور وقار کے ساتھ ہوگا۔ یہاں داخلے کا ذکر پہلے ہے۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ آپؐ کے داخلے کا اہتمام وہاں پہلے ہی ہو چکا ہے' چنانچہ آپؐ کو مدینہ میں جو مرکز اسلامی حاصل ہوا وہاں آپ ﷺ کو قوت و اختیار بھی عطا کر دیا گیا۔

آگے فرمایا:
''اور (اے نبیؐ) آپ کہئے کہ حق آ گیا اور باطل رخصت ہو گیا۔ اور باطل کے تو نصیب میں ہے ہی نکل بھاگنا۔''
(آیت 81)

یہ آیت جس وقت نازل ہوئی اُس وقت صورت حال بالکل مختلف تھی۔ باطل کو غلبہ حاصل تھا اور مسلمان مکے کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے' ان پر قافیہ حیات تنگ تھا۔ لیکن حضور ﷺ سے اعلان کروایا جا رہا ہے کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا۔ گویا یہ بشارت ہے کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ باطل سرزمین حرم (مکہ) سے رخصت ہوگا اور حق غالب ہوگا۔ اس آیت میں اللہ کی طرف سے فتح و نصرت کی پیشین گوئی اور مسلمانوں کے لئے بشارت تھی۔ چنانچہ ہجرت کے بعد 8 برسوں میں مکہ فتح ہو گیا اور فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے پہلا کام یہ کیا کہ خانہ کعبہ میں رکھے گئے 360 بت نکال باہر کئے' اُس وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے کہ ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا' بے شک باطل مٹنے ہی کے لئے ہے۔'' آخر کار باطل اس پوری دنیا سے بھی ختم ہو کر رہے گا۔ لیکن وہ وقت کب آتا ہے' کتنے مراحل اور ہیں' یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر دین حق غالب ہو کر رہے گا۔''

آج کا مطالعہ یہاں ختم ہوا۔ ان شاء اللہ آئندہ اس رکوع کی بقیہ آیات پر گفتگو ہوگی۔

(مرتب: فرقان دانش خان)

اخلاقیات

اقوامِ عالم کی عمر کا پیمانہ

تحریر: لطف الرحمٰن خان' سابق ناظم' قرآن کالج' لاہور

قرآن مجید سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم کے لئے اجــــل' ہے یعنی خاتمے کا ایک وقت ہے (سورۃ الاعراف: 34)۔ اس ضمن میں نوٹ کرنے والی بات یہ ہے کہ انسان کی انفرادی زندگی کے متعلق قرآن مجید میں جب اجل کا لفظ آتا ہے تو عموماً اس کے ساتھ مسمی (معین' مقرر) کا لفظ بھی آتا ہے۔ لیکن آیت زیر حوالہ میں بھی اور سورہ یونس کی آیت نمبر 49 میں بھی جب اقوام کے لئے اجل کا لفظ آیا ہے تو اس کے ساتھ مسمی کا لفظ نہیں آیا۔ قدرتی طور پر ذہن سوچتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم نے اس پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ افراد اور اقوام کے معاملہ میں اللہ نے ''اجل'' کے پیمانے الگ الگ رکھے ہیں۔ افراد کے پیمانے تو سالوں' مہینوں' دنوں' گھنٹوں اور منٹوں کے حساب سے پورے ہوتے ہیں۔ جب وہ پورے ہو جاتے ہیں تو فرد ختم ہو جاتا ہے۔ جب کہ قوموں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان کا حساب ان کے اخلاقی زوال سے ہوتا ہے۔ اخلاقی زوال کی ایک خاص حد ہے۔ کوئی قوم جب گرتے گرتے اس حد کو پہنچ جاتی ہے تو اس کا سفینہ غرق ہو جاتا ہے۔ جس طرح افراد کی موت کا وقت اللہ کے سوا کسی کو نہیں معلوم' اسی طرح قوموں کے فنا ہونے کے وقت کا علم بھی اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ (تدبر قرآن' ج 3' ص 254)

یہ بات درست ہے کہ کسی کے خاتمے کے وقت کا علم کسی انسان کو نہیں ہوتا' لیکن انسانی ذہن اندازے تو لگاتا ہے۔ جس طرح کسی فرد کے بالوں کی سفیدی' اعضاء کی کمزوری' چہرے کی جھریاں وغیرہ ایسی علامات ہیں جن کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ اس فرد کا وقت اب قریب ہے۔ اسی طرح قوموں کی اخلاقی گراوٹ کی کچھ علامات ہیں جنہیں دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ اس قوم کے دن اب گنے جا چکے ہیں۔ ایسی علامات کے ظہور کی ابتداء عموماً اس وقت ہوتی ہے جب وہ قوم فوجی ساز و سامان اور طاقت کے اُس درجہ پر پہنچ جاتی ہے جہاں اس دنیا میں اس کا کوئی مدمقابل باقی نہیں رہتا اور اسے نظر آتا ہے کہ اب وہ جو چاہے کرے' اس کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہیں ہے۔ (سورۃ العلق: 6'7) پھر طاقت کے نشے میں اسے ہر نقشہ الٹا نظر آتا ہے۔ مجنوں نظر آتی ہے' لیلیٰ نظر آتا ہے۔ پھر وہ ایسی اقدار کو اپنے پاؤں تلے روندنا شروع کرتی ہے جن کی کبھی وہ خود علمبردار تھی۔ پھر وہ صرف دھاندلی نہیں کرتی بلکہ پوری ڈھٹائی اور بے حیائی سے کرتی ہے اور اسے اپنا حق سمجھتی ہے۔ اخلاقی گراوٹ کی یہ پستی اس کے سفینے میں سوراخ کرتی رہتی ہے اور وہ قوم اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کھودتی رہتی ہے۔

مثلاً موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے فرعون کے دربار میں مطالبہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دو اور ان کو عذاب دینے کا سلسلہ ختم کرو۔ (سورہ طٰہٰ: 47) یعنی انہوں نے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کے جواب میں فرعون نے ان پر جادوگر ہونے یعنی دہشت گرد ہونے کا الزام لگایا اور اپنی قوم کو بتایا کہ یہ دونوں چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کو تمہاری زمین سے نکال دیں اور تمہاری بے مثال تہذیب و تمدن کا حلیہ بگاڑ دیں۔ (طٰہٰ: 63) حالانکہ حضرت موسیٰؑ اس سرزمین سے بنی اسرائیل کو نکال کر لے جانا چاہتے تھے اور اس کے بعد فرعونیوں کی تہذیب سے ان کا کوئی واسطہ نہ رہتا۔ اب ایک معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ فرعون کا الزام کتنا بے بنیاد اور کیسی دھاندلی پر مبنی تھا۔ لیکن طاقت کے نشے کا یہ عالم تھا کہ پوری قوم نے اس الزام کو درست تسلیم کیا' اِلّا ما شاء اللہ۔

اخلاقی گراوٹ کی یہ وہ حد ہے جسے عبور کرنے کے بعد فرعون کی قوم اس زمین پر ایک قوم کی حیثیت سے رہنے کے حق سے محروم ہو گئی اور انہوں نے اپنی بے مثال تہذیب کو اپنے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَار۔

فرینڈز ناٹ ماسٹرز!

تحریر: مرزا ایوب بیگ

❁ ''اگر اسامہ کی گرفتار نہ ہونے کی ذمہ داری آئی ایس آئی اور مجھ پر ہے تو پھر ایف بی آئی اور صدر بش بھی اس کے ذمہ دار ہیں۔ طالبان بڑے سخت جان اور جنگجو ہیں۔ اگر آپ پہاڑوں پر ان کے پیچھے جائیں گے تو ان سے مار کھائیں گے۔ اگر اتحادی فوجوں میں اضافہ نہ کیا گیا تو طالبان کرزئی حکومت کو گرادیں گے''۔

اس قسم کے بیانات صدر مشرف نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے دوران نیویارک میں اور پھر کینیڈا کے سرکاری دورے کے دوران دیئے۔ چند روز پہلے آئی ایس پی آر کے سربراہ نے جو فوجی قیادت کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں' ایک بیان میں کہا کہ امریکا سے جو کچھ ہمیں ملا وہ محض ''مونگ پھلی'' کے برابر ہے۔ پاکستان اقوام متحدہ کے زیرانتظام بھی عراق فوج بھیجنے سے مسلسل گریز کر رہا ہے۔ غلام مصطفیٰ کھر جواب سیاست کے سمندر میں ڈبکیاں کھا رہے ہیں اور تنکے کا سہارا ڈھونڈ رہے ہیں' انہوں نے ربع صدی بعد اچانک یہ انکشاف کر کے کہ فوجی جرنیلوں نے بھٹو پر پھانسی سے پہلے بدترین تشدد کیا تھا' جس سے وہ ادھ موا ہو گئے تھے' پھانسی گھاٹ تک پیدل جانے کے قابل نہیں رہے تھے' لہٰذا انہیں سٹریچر پر لے جایا گیا یعنی پیپلز پارٹی' بھٹو نواز بلکہ ایک عام شہری جو قانون کی بالادستی اور اخلاقیات کا قائل ہے اسے فوج خصوصاً جرنیلوں کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک جرنیل کے ڈرائیور اور ایک کانسٹیبل نذیر ڈوگر کے درمیان جھگڑا اور کانسٹیبل کی معطلی ایک ایسا معاملہ ہے جو پاکستان کی سڑکوں پر ایک دن میں درجنوں مرتبہ دہرایا جاتا ہے' لیکن عالمی میڈیا نے اس واقعے کو خوب اچھالا۔ ہمارا میڈیا چونکہ اپنی کوئی لائن نہیں رکھتا' لہٰذا عالمی میڈیا کی تقلید میں ہمارے میڈیا نے بھی جرنیل کو زیرو اور کانسٹیبل کو ہیرو بنا دیا۔ ان مختلف بیانات اور واقعات کی کڑیاں ملائیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہماری تاریخ جو پہیئے کی طرح گھومتی ہے' پھر اس مقام پر ہے کہ ہمارا حکمران جو امریکا کو انتہائی محبوب ہوتا ہے' جب امریکی مطالبات تسلیم کرتا کرتا تھک جاتا ہے اور اپنے عوام میں خوب بدنام ہو جاتا ہے تو اس کے نیچے سے سیڑھی کھسکانی شروع کر دی جاتی ہے۔ اس رسہ کشی میں اکثر پاکستانی حکمران کم از کم اقتدار سے اور بعض اوقات جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ آیئے اس حوالہ سے پاکستان کی تاریخ کا جائزہ لیں تو بات بالکل واضح ہو جائے گی۔

پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ عام انتخابات کا اعلان ہوا۔ خان عبدالقیوم خان صوبہ سرحد کے ساتھ ساتھ پنجاب میں بھی مقبولیت حاصل کر رہے تھے۔ ان کی قیادت میں 37 میل لمبا جلوس نکلا' جس سے تہلکہ مچ گیا۔ امریکہ کو بھی خطرہ محسوس ہوا کہ کوئی مضبوط عوامی اور جمہوری حکومت بن سکتی ہے۔ ان دنوں امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان سرد جنگ اس سطح پر تھی کہ کوئی دھماکا خیز صورت اختیار کر سکتی تھی' لہٰذا پاکستان میں کسی قابل اعتماد آدمی کی ضرورت تھی۔ یہ ایک کھلا راز ہے کہ ایوب خان کو اقتدار پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے لئے امریکی اشیرواد حاصل تھی۔ پھر ایوب خان سے خطے میں امریکی مفادات کے حوالہ سے کتنے کام نکلوائے گئے ان کا شمار آسان نہیں۔ پاکستان میں سوویت یونین کی جاسوسی کے لئے اڈے قائم ہوئے یہاں تک کہ سوویت یونین کو کہنا پڑا کہ ہم نے پشاور کو ریڈ مارک کر دیا ہے۔ بھارت کو چین کے خلاف کھڑا کیا۔ ایک نمائشی جنگ بھی ہوئی لیکن اس دوران پاکستان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور اپنے مسلط کردہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے وعدہ لیا کہ وہ موقع سے فائدہ نہیں اٹھائے گا۔ اقتصادی اور صنعتی ترقی کی آڑ میں پاکستان کو قرضوں کے جال میں پھنسا لیا گیا اور پھر اسی سلوک کا آغاز کر دیا جو قرض خواہ مقروض کے ساتھ کرتا ہے۔ محمد شعیب جیسے وزیرخزانہ نے جو امریکی ایجنسی کے پے رول پر تھے' بونس ووچر جیسی سکیموں سے پاکستانی معیشت کو ورلڈ بینک کے پاس گروی رکھ دیا۔ جب ایوب خان تھک گئے تو انہوں نے کہہ دیا کہ قرض قرض ہے' ایڈ نہیں۔ علاوہ ازیں ''فرینڈز ناٹ ماسٹر'' لکھ ماری۔ اس پر امریکہ نے بھی پاکستانی سیاسی جماعتوں کو یاد دلایا کہ جمہوریت کتنی ضروری ہے۔ لہٰذا ایوب خان کے خلاف بحالی جمہوریت کے نام پر زبردست تحریک چلی لیکن براہ راست سیاست دانوں پر اعتماد نہ کیا گیا بلکہ بیچ میں پھر ایک جرنیل لایا گیا۔ یحییٰ خان کی نگران حکمران (Care Taker) کہا جا سکتا ہے۔ ایک وضاحت ضروری ہے اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ ایوب خان نے احتجاجی تحریک کے ہاتھوں زچ ہو کر حکومت آرمی چیف یحییٰ خان کے حوالے کر دی تھی۔ تحقیق کے مطابق ایوب خان کو تحریک کے ہاتھوں بے بس دیکھ کر یحییٰ خان نے گن پوائنٹ پر حکومت حاصل کی تھی۔ بہر حال نئے جرنیل سے بہت بڑا کام لیا گیا' وہ بھی مفت میں۔ چین سوویت یونین دوستی دشمنی میں بدل چکی تھی۔ سرحدوں پر فوجوں کا اجتماع تھا۔ امریکا نے موقع غنیمت جانا اور چین سے تعلقات استوار کرنے کا فیصلہ کیا۔ دونوں ممالک میں رابطہ کرانے میں یحییٰ خانی حکومت نے کلیدی رول ادا کیا۔ ہنری کسنجر کا جہاز اسلام آباد کھڑا رہا۔ بتایا گیا کہ ان کی اچانک طبیعت خراب ہو گئی ہے اور تمام پروگرام منسوخ ہو گئے ہیں' لیکن اُسے انتہائی رازداری سے پیکنگ پہنچا دیئے گئے۔ معاملات طے ہو گئے تو راز خود ہی افشا کر دیا گیا۔ امریکہ اور چین سفارتی تعلقات قائم کرنے اور اختلافات بتدریج کم کرنے کا اعلان کیا۔ کہتے ہیں اتنی بڑی خدمت پر ہنری کسنجر نے ترنگ میں آ کر یحییٰ خان سے کہا' مانگ کیا مانگتے ہو۔ اقتدار کے پجاری نے جواب دیا بس آپ کی نظرِ کرم چاہیئے۔ امریکہ نے جلد ہی پاکستان کو دولخت کرنے میں مرکزی رول ادا کر کے اپنی خصلت کا اظہار کر دیا۔ پاکستان کے اس رول کی وجہ سے سوویت یونین سخت پیچ پا ہوا اور پاکستان کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا یعنی نہ ادھر کے رہے' نہ اُدھر کے۔

> نوازشریف امریکہ دوستی میں سب پر سبقت لے جانا چاہتا تھا۔
> وہ کلنٹن سے ذاتی دوستی پر بہت نازاں' مطمئن اور پراعتماد تھا۔

پاکستان میں 1970-1971ء میں پہلے عام انتخابات ہوئے۔ ایک عوامی حکومت نے اور کچھ کیا یا نہیں' پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کی مضبوط بنیاد رکھ دی جس پر لاہور کے گورنر ہاؤس میں کسنجر نے بھٹو کو عبرتناک انجام کی دھمکی دی۔ پھر امریکی ڈالروں کی چھاؤں میں نظام مصطفیٰ ﷺ کی تحریک چلی اور اسلام پسند ضیاء الحق کو لایا گیا' کیونکہ آنے والے وقت میں افغانستان میں جہاد کی شدت سے ضرورت تھی تاکہ امریکہ کو واحد سپریم قوت بنایا جا سکے۔ ایک تحقیق کے مطابق روسی یہودیوں نے سوویت یونین کو افغانستان کی دلدل میں باقاعدہ سکیم کے تحت دھکیلا۔ پاکستان میں اسلام دوست جرنیل کے ذریعے امریکہ نے افغانستان میں پردکسی وارلڑی اور کامیاب ہوا۔ سوویت یونین کو کیک کی مانند کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ جنرل ضیاء الحق امریکہ کو شاید سچ مچ اسلام کا خادم سمجھ بیٹھے تھے۔ لہٰذا جنرل ضیاء الحق نے مطالبہ کیا کہ افغانستان میں مجاہدین کی باقاعدہ حکومت قائم کی جائے۔ ضیاء الحق کی غلط فہمی شاید ویسے دور کرنی بہت مشکل تھی' لہٰذا امریکہ نے انہیں فارغ کرنا ضروری سمجھا اور ایسے انداز میں فارغ کیا کہ اس کا معنوی بیٹا وزیراعظم اور صلبی بیٹا وزیر بنا' لیکن اس فضائی قتل کی تحقیقات نہ کروائی جا سکیں۔ بعض لوگ اس حادثہ میں امریکی سفیر کے مرجانے کی وجہ سے اسے کسی اور کی کارروائی سمجھتے ہیں' حالانکہ امریکی سفیر تو ایک غلط فہمی میں مارا گیا تھا' یہ کہانی پھر کبھی سہی۔ بہرحال جنرل ضیاء الحق نے جو خدمت امریکہ کی کی' وہ الفاظ میں بیان کرنا دشوار ہے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے پر عرب ممالک نے مصر کو اپنی برادری سے نکال دیا۔ یہ امریکی اشارے پر ضیاء الحق کا کمال تھا کہ انور سادات کی اس یہود نواز حرکت کو عربوں نے ہضم کر لیا۔ ضیاء الحق کی امریکہ کی خدمات اتنی شاندار تھیں کہ امریکہ انہیں مارنے کے لئے بہت اونچا لے گیا۔ نواز شریف امریکہ دوستی میں سب پر سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ وہ کلنٹن سے ذاتی دوستی پر بہت نازاں' مطمئن اور پر اعتماد تھا۔ ان کا یہ اعتماد ایسا غلط بھی نہ تھا۔ یہ واحد موقع تھا کہ وائٹ ہاؤس اور پینٹاگون میں اختلاف ہوا۔ مقصد دونوں کا ایک تھا' یہ کہ آنے والے وقت میں پاکستان کو اپنے حق میں استعمال کیا جائے۔ وائٹ ہاؤس یا سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا خیال تھا کہ نواز شریف دوستی کا حق ادا کریں گے جبکہ پینٹاگون کا خیال تھا کہ فوج نواز شریف کے کنٹرول میں نہیں لہٰذا معاملات براہِ راست فوج سے طے کر لئے جائیں۔ خیال ہے کہ پینٹاگون کے اشارے پر 12/اکتوبر کا کارنامہ سرانجام دیا گیا' اسی لئے جنرل مشرف نے جنرل زینی سے رابطہ کر کے کہا تھا: "Dear Zeni I have taken over" مشرف نے اب تک تمام امور انتہائی فرمانبرداری سے ادا کئے ہیں لیکن امریکہ کی مونگ پھلی سے بہت مایوس ہوئے ہیں۔ اب راہیں بدلنا چاہتے ہیں لیکن انہیں اچھی طرح معلوم ہونا چاہئے کہ زنجیریں توڑنا اتنا آسان نہیں ہوتا خصوصاً اس صورت میں جب یہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں خود آگے بڑھ کر پہنی جائیں۔

امریکی تین طریقوں سے پاکستان کے دوست حکمرانوں سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ ایوب خان کے خلاف عوامی تحریک کو ذریعہ بنایا۔ یحییٰ خان کے خلاف ان کے جرنیلوں کو کھڑا کر دیا گیا۔ ضیاء الحق کو حادثے میں مروا دیا۔ البتہ جنرل مشرف کو دو ایڈوانٹیج حاصل ہیں ایک یہ کہ عوام تحریکوں سے مکمل طور پر تائب ہو چکے ہیں اور وہ اس قدر پس چکے ہیں کہ اب بدترین حکمرانوں کے خلاف بھی اٹھنے اور سڑکوں پر آنے کو تیار نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ تحریک کے دوران گولیاں ان پر چلتی ہیں لیکن بدحاکم کی جگہ بدترین ان پر مسلط ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ امریکہ نے ایک عرصہ سے فوجی امداد بند کی ہوئی تھی جس سے ان کے پاکستان کے جرنیلوں کے ساتھ تعلقات کمزور پڑ چکے تھے۔ بہت کم آفیسرز کو ماضی قریب میں امریکہ ٹریننگ کے لئے بھیجا گیا تھا جس سے رابطہ کمزور ہو گیا۔ پھر یہ کہ امریکہ ان کے متبادل پر اس وقت تک آخری فیصلہ نہیں کرے گا جب تک متبادل کے بارے میں پوری طرح مطمئن نہیں ہو جائے گا کہ اس کے مفادات کی بہتر نگہداشت ہو سکے گی۔ ان حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کا تیسرا طریقہ امریکہ کے لئے کھلا ہے۔ جنرل مشرف کی سیکورٹی جو انتہائی سخت کی گئی ہے' ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ یہ دہشت گردوں کی کارروائیوں کی وجہ سے کی گئی ہے حالانکہ یہ واحد سپریم قوت کے انتقام سے بچنے کے لئے کی گئی ہے۔ جنرل مشرف خود کہہ چکے ہیں کہ وہ کئی مرتبہ موت کے جبڑے سے زندہ بچ نکلے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی اور موت اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے اور بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ موت زندگی کی بہترین محافظ ہے۔ جنرل مشرف اب بھی دو کشتیوں میں پاؤں رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ امریکہ پر یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں کہ ان کی ذات امریکہ کے لئے ناگزیر ہے انہیں ناپسندیدہ شخص قرار نہ دیا جائے اور امریکہ سے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے کی کوشش میں بھی لگے ہوئے ہیں۔

پاکستان کی تاریخ میں کسی کی ایسی کوششیں کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ مشرف کس قدر کامیاب رہتے ہیں خصوصاً اس صورت میں جب امریکی فیصلہ یہ ہے کہ "تم ہمارے ساتھ ہو یا دہشت گردوں کے ساتھ" تو اس کالم میں ایک عرصہ سے ہر حکمران کی خدمت میں بارہا عرض کی گئی ہے کہ وہ وقت کے فرعونوں سے ناطہ توڑ کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ یہ واحد قابل اعتماد سہارا ہے جسے تھام کر دنیا و آخرت میں سرفراز ہوا جا سکتا ہے۔ راقم ذاتی طور پر جنرل مشرف کی اہلیت اور صلاحیتوں کا معترف ہے۔ صرف سمت درست ہونے کی ضرورت ہے۔ غلط سمت پر رواں دواں شخص جتنی زیادہ صلاحیت والا ہوگا' اتنا ہی منزل سے زیادہ دور ہو جائے گا۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ حافظ توحید صاحب ناظم جامعہ اسلامیہ فریدیہ' کانگرہ پشاور کچھ عرصے سے علیل ہیں۔

☆ ہارون آباد تنظیم کے رفیق مجاہد حسین صاحب کی دو بہنیں' ایک بہنوئی اور بھانجا سڑک کے حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے۔

☆ ناظم بیت المال' تنظیم اسلامی' لانڈھی کراچی' محترم ابوذر ہاشمی صاحب عارضۂ قلب میں مبتلا ہیں اور آج کل ایک ہسپتال میں انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں داخل ہیں۔

ان کی کامل صحت یابی کے لئے قارئین ندائے خلافت سے استدعا ہے۔

دعائے مغفرت

☆ ناظم بیت المال' تنظیم اسلامی' شاہ فیصل (ملیر) کراچی' محترم عبدالقادر رانڑ کے والد محترم قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئے ہیں۔

☆ ملتزم رفیق جناب سیف الرحمٰن ڈیرہ مراد جمالی (جو کہ مانسہرہ کے رہنے والے ہیں)' اُن کی والدہ ماجدہ 25 اگست 2003ء کو رحلت فرما گئی ہیں۔

قارئین ندائے خلافت و رفقاء تنظیم اسلامی سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی اپیل ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت نبویؐ پر یہ ثناعروج کی تقریر ہے۔ وہ ''حرا سکول'' میں نویں جماعت کی طالبہ ہیں جو حافظ عبداللہ محمود کی نگرانی میں انفرادی شان سے تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ ثناعروج ''ندائے خلافت'' کے نگران طباعت جناب شیخ رحیم الدین کی دختر ہیں۔ ''پیپسی کولا'' کے حالیہ فیسٹیول میں سیرت نبویؐ کے موضوع پر لاہور کے سکولوں کے طلبہ کے مابین ایک تقریری مقابلے میں یہ تقریر ''خصوصی ایوارڈ'' کی مستحق قرار دی گئی۔

عزت مآب صدر مجلس' قابل صد احترام اساتذہ کرام' معزز سامعین اور عزیز ساتھیو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'!

آج جس موضوع پر خطاب کرنے کے لئے ہم منتخب طلبا یہاں جمع ہوئے ہیں وہ آپ سب حضرات کے قلب و ذہن میں مستحضر ہے۔ وہ کون سا مسلمان ہوسکتا ہے' بلکہ مجھے یہاں یہ کہنے کی اجازت دیں کہ وہ کونسا انسان ہوسکتا ہے جس کے دل میں اس عظیم المرتبت انسان کی قدر ومنزلت نہ ہو۔ وہ تو روحِ انسانیت ہے' تکریم آدمیت ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ

بعدِ خدا وہ انسانوں میں سب سے بڑا انسان بھی ہے

آج جب میں اپنے موضوع کے متعلق غور وفکر کر رہی تھی تو محترم اقبال صفی پوری کا یہ شعر بار بار میرے ذہن میں آ رہا تھا کہ ؎

کرنی ہے بیاں مجھ کو توصیف پیمبر کی
سینہ کو ضرورت ہے لفظوں کے سمندر کی

کہ مجھے اس ذاتِ گرامی کی صفاتِ عالیہ اور اخلاقِ حمیدہ کو الفاظ کے قالب میں ڈھال کر آپ حضرات کے سامنے رکھنی ہے۔ ابھی میں ذہن میں الفاظ کے چولی دامن سے کھیل ہی رہی تھی کہ یکایک میرے ذہن کے نہاں خانے سے یہ شعر بلند ہوتا ہے ؎

آئے الفاظ میں توصیف پیمبر کیسے
اِک کوزے میں سما جائے سمندر کیسے

یہ شعر قلب وذہن کو مفلوج کر دیتا ہے کہ جیسے سمندر کو کوزے میں بند نہیں کیا جا سکتا' اسی طرح فخر موجودات' سرکار دو عالمؐ احمد مجتبیٰ' محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ عالیہ اور سیرت مطہرہ کو کما حقہ' بیان نہیں کیا جاسکتا۔

عزیز ساتھیو! حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے شاگرد نے فرمائش کی کہ آپ ہمیں محمد ﷺ کی صفاتِ کاملہ سے مطلع فرمائیں تو جواب میں حضرت علیؓ نے فرمایا: میں تو بعد میں اس کا جواب دوں گا تم مجھے دنیا کی نعمتیں شمار کر کے دکھاؤ۔ شاگرد نے دست بستہ عرض کیا یا استاد! میں دنیا کی نعمتیں کیسے شمار کرسکتا ہوں؟ کیونکہ احکم الحاکمین رب العالمین ذوالجلال والاکرام کا ارشاد ہے: ''ان تعدوا نعمت اللہ لاتحصوھا'' یعنی ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔'' جواب سننے کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا: ''یا شاگرد! یہ آیت ان تعدوا نعمت اللہ لاتحصوھا کو کما حقہ سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ دوسری آیت سامنے ہو' قل متاع الدنیا قلیل یعنی ''اے پیغمبر! ان سے فرما دیجئے کہ یہ دنیا اور اس کا مال و اسباب بہت ہی قلیل ومختصر ہیں۔'' ذرا کان کھول کر سنو! کہ خدا نے جس کو قلیل کہا' وہ بھی کثرت سے ہیں کہ تم شمار ہی نہیں کر سکتے۔ اے میرے پیارے شاگرد! اب جو بات میں کہنے جا رہا ہوں اس کو ظاہری کان سے ہی نہیں بلکہ دل کے کان سے سنو' کہ جس ذاتِ والاصفات کے بارے میں خالقِ کائنات خود فرماتے ہیں: ''انک لعلی خلق عظیم'' (اے محمد ﷺ آپ اخلاق وکردار کے عظیم مرتبہ پر فائز ہیں) —— تو بتاؤ کہ خدا جس کے عظیم ہونے پر گواہی دے اب میں اس کی عظمت کما حقہ کیسے بیان کرسکتا ہوں۔

صدرِ مجلس! میری اس تمثیلی گفتگو سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ حضور ﷺ اخلاق وکردار کے کس درجہ پر فائز ہوں گے۔ اسی لئے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ   کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ   صَلُّوْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

اس ذاتِ گرامی کے بارے میں شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں۔

وہ دانائے سبل' ختم الرسل مولائے کل' جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآن' وہی فرقاں' وہی یسیں' وہی طٰہٰ

سامعینِ گرامی!

عام طور پر بڑے آدمیوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے پر یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ ان کی قوتوں کا سارا اس زندگی کی کسی ایک شاخ نے چوس لیا یعنی زندگی کا کوئی ایک پہلو تو انتہائی روشن ہے اور دوسرا پہلو انتہائی تاریک۔

جبکہ آپ کی زندگی کا ہر گوشہ متوازن ہے۔ اگر جلال ہے تو جمال بھی' روحانیت ہے تو مادیت بھی' معاد ہے تو معاش بھی' دین ہے تو دنیا بھی' خدا کی عبادت ہے تو بندوں سے شفقت بھی۔ کڑا اجتماعی نظم ہے تو فرد کے حقوق کا احترام بھی۔

عزیز ساتھیو! غرض ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہر پر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو' وہ صرف آپؐ کی سیرت ہے۔ اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو' اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو' اگر بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو' اگر استاد و معلم ہو تو صفہ کی درسگاہ کے معلمِ مقدس کو دیکھو اور اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ' اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو' اگر اولاد والے ہو تو فاطمہ کے باپ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے نانا کا حال پوچھو۔

غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی بھی حال میں ہو' تو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ اور تمہاری سیرت کی درستی کے لئے ساماں اور رہنمائی دامنِ محمد ﷺ سے وابستہ ہے اور میری یہ تمام باتیں حرف بہ حرف صدفی صد درست ہو جاتی ہیں' کیونکہ ان کی تصدیق خداوندِ عالم خود یہ کہہ کر فرما دیتے ہیں ''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ'' یعنی ''اے مسلمانو! تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ کی سیرت میں اسوہ حسنہ موجود ہے۔

اور یاد رکھو تمہاری کامیابی و کامرانی صرف اور صرف ان کے اتباع میں مضمر ہے۔

حضرات محترم! میں اپنی تقریر شاعرِ رسولؐ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک رباعی پر ختم کرتی ہوں اور یہ سمجھتی ہوں کہ حضرت انسان کے بس میں اس سے زیادہ سچی اور صحیح منظر کشی ناممکن ہے۔

مَا اَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ یَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

سید احمد شہید کی سیاسی فراست

تحقیق و تحریر: سید قاسم محمود

تحریکیں زبردست اہمیت کی حامل ہوتی ہیں' وہ تاریخ کو آگے بڑھانے میں مد ہوتی ہیں' انسانی ذہنوں کی جلا کا باعث ہوتی ہیں' ان میں حرکت پیدا کرتی ہیں۔ لیکن یہ تحریکیں رجعت پسند بھی ہوسکتی ہیں۔ سماج کو مجموعی طور پر آگے لے جانے کی بجائے پیچھے بھی لے جاسکتی ہیں' انسانی ذہنوں کو جلا دینے کی بجائے پراگندہ بھی کرسکتی ہیں۔ اس لئے تحریکوں کو کھنگالتے وقت ان تمام نتائج کو سامنے رکھنا پڑتا ہے اور یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ تجزیئے کرتے وقت یہ دیکھا جائے کہ کوئی تحریک کس حد تک سودمند تھی اور کس حد تک نقصان دہ' کس حد تک ترقی کی راہ پر ڈالنے والی تھی اور کس حد تک پسماندگی کی طرف لے جانے والی تھی' یہ کام بہت مشکل ہوتا ہے اور عام طور پر قاری کو اس تجزیئے سے متفق کرانا بھی کوئی آسان کام نہیں ہوتا کیونکہ عام قاری کا ذہن یک رُخا ہوتا ہے۔ اسے اگر کوئی تحریک پسند آجائے تو پھر اس کے نقائص کی طرف اس کو متوجہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے جس کسی تحریک میں شریک ہونے والے انسانوں کی بہادری' جوانمردی' جرأت اور دلیری کے قصے بیان ہورہے ہوں تو اس کے بعد یہ کہنا کہ ان تمام خصوصیات کے باوجود اس تحریک میں فلاں فلاں نقائص بھی تھے اور مجموعی طور پر یہ تحریک سودمند ثابت نہیں ہوئی بلکہ مضرت رساں تھی' سماج کو آگے لے جانے کی بجائے پیچھے لے جانے کی غیر شعوری کوشش تھی' تو عام قاری حیران ہوکر منہ تکنے لگے گا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک تحریک جس کی قیادت بے پناہ بہادر انسان کررہے ہوں' غلط ٹھہرے' لیکن بہادری کے باوجود تحریکیں غلط ٹھہرتی ہیں اور ہر تحریک کے اچھے برے پہلو ہوتے ہیں۔ جس تحریک کے اچھے پہلوؤں کی تعداد زیادہ ہو اور برے پہلوؤں کی کم' وہ مجموعی طور پر ترقی پسند' آگے بڑھنے والی یا انقلابی تحریک کہلائے گی اور اس کی اچھائیوں میں اس کی برائیاں بھی دب جائیں گی' لیکن تجزیہ نگار کی نگاہ کو یہ دونوں پہلو سامنے رکھنے ہوں گے اور یہی تاریخ نویسی کا حق اور تاریخ نویس کا اولین فرض ہوتا ہے۔

اس تحریک جہاد کو بھی اپنے اصولوں کی بنا پر جانچنا چاہئے اور اس میں شریک ہونے والے عظیم انسانوں کی تمام عظمتوں کے باوجود دیکھنا چاہئے کہ یہ تحریک کس حد تک اس برصغیر کے مسلمانوں کے لئے سودمند ہوئی' اس لئے اس کو کسی حد تک ترقی کرنے میں مدد دی' نئے حالات سے دوچار ہونے میں کتنی رہنمائی کی اور یہ رہنمائی درست تھی یا نہیں؟ یہی سوال ہیں جن کے متعلق تمام مواد موجود ہوتے ہوئے بھی ابھی تک تشنۂ جوابات ہیں۔

اسلامی حکومت کا قیام

جہاں تک اس تحریک کے اس پہلو کا تعلق ہے کہ یہ سکھوں کے خلاف تھی یا نہیں' اس کا میں پہلے صفحات میں جواب دے چکا ہوں۔ لیکن ایک بات اور واضح ہوجانی چاہئے کہ یہ تحریک ان حالات میں ایک خالصتہً دینی تحریک کے طور پر شروع ہوئی جس کا مقصد اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ جس وقت اس تحریک کو خالصتہً دینی کہا جاتا ہے تو اس سے میرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس تحریک کی منزل سیاسی اقتدار نہ تھی' یا کم از کم اس تحریک کا دعویٰ یہ تھا کہ سیاسی اقتدار مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ مقصود بالذات اسلامی حکومت ہے اور اس کے قیام کے لئے سیاسی اقتدار ایک ذریعہ ہے' اس لئے اس تحریک کو ان محدود طریقوں سے جانچنا غلط ہوگا کہ یہ سکھوں کے خلاف تھی یا انگریزوں کے۔ اس تحریک کے حامیوں میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک وہ گروہ ہے جو اس برصغیر میں ہندو مسلم مشترکہ جدوجہد کے ذریعے برطانوی شہنشاہیت کے خلاف نبرد آزما تھا اور اس میں زیادہ تر تعداد علما کی تھی' اس گروہ کی قیادت بھی انہی کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس تحریک کو اپنے موقف کی حمایت میں پیش کیا اور اسے خالصتہً انگریز دشمن تحریک کے طور پر پیش کیا۔ دوسرا گروہ جو ہندوستان میں اسلامی حکومت کا داعی تھا' وہ ہندو سے زیادہ اشتراک کا حامی نہ تھا۔ اس نے اس تحریک میں سکھوں کے مخالف رنگ کو زیادہ ابھارا اور اس رجحان کے ڈانڈے تو سرسید سے جاملتے ہیں' کیونکہ سب سے پہلے انہوں نے ہی اپنے وقت کی سیاسی ضرورتوں کے تحت اس تحریک کو سکھ مخالف ثابت کرنے کے لئے پوری کوشش کی۔ تحریک کے بنیادی اصولوں کے متعلق تو خود اس کے قائدین کے اقوال اور تحریریں موجود ہیں' ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کا مقصد اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ سکھ' مرہٹے اور انگریز دشمنی کسی کی تخصیص نہ تھی۔ یہ بالکل ایک الگ سوال ہے کہ انیسویں صدی کے پہلے وسط میں یہ نعرہ اور یہ منزل درست تھی یا نہیں؟ مسلمانوں اور اس پر برصغیر کے عام لوگوں کے مسائل کے حل میں یہ نعرہ اور یہ منزل مد ہوتی تھی یا نہیں؟ لیکن اس وقت تو یہ طے کرنا ہے کہ اس تحریک کے بنیادی اصول کیا تھے؟ کیا یہ سکھ کے مخالف تھی یا انگریز کے؟ یا پھر فقط اسلامی حکومت کا قیام ہی اس کا واحد مقصد تھا؟

مکتوبات

سید احمد کے مکتوبات سے' جو ان کے مختلف سوانح نگاروں نے مرتب کئے ہیں' یہی پتا چلتا ہے کہ اس تحریک کا بنیادی اصول اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ چنانچہ سید احمد اپنے مکتوب میں جو شاہِ بخارا کے نام لکھا گیا تھا' رقم طراز ہیں:

"جب اسلامی بلاد پر غیر مسلم مسلط ہوجائیں تو عام مسلمانوں پر عموماً اور بڑے بڑے حکمرانوں پر خصوصاً واجب ہوجاتا ہے کہ ان غیر مسلموں کے خلاف مقابلہ اور مقاتلہ کی کوشش اس وقت تک جاری رکھیں' جب تک اسلامی بلاد اُن کے قبضے سے واپس لے لئے جائیں' ورنہ مسلمان گنہگار رہوں گے۔ ان کے اعمال بارگاہِ باری تعالیٰ میں مقبول نہ ہوں گے اور وہ خود قربِ حق کی برکتوں سے محروم رہیں گے۔"

اس اصول کی بنا پر یہ طے ہوجاتا ہے کہ اس راستے میں جو بھی رکاوٹ آئے گی' وہی دشمنی ٹھہرے گی اس لئے ان کے خلاف جہاد قرار پائے گا۔ اب اس راستے میں سب سے پہلی رکاوٹ سکھ ہوئے' ان کے خلاف جہاد کا اعلان ہوگیا۔ لیکن یہ جہاد کا اعلان کسی طرح بھی یہ ثابت نہیں کرتا کہ یہ فقط سکھوں کے خلاف تھا اور انگریزوں کے خلاف نہیں تھا یا ان انگریزوں کے لئے کوئی رحم کا گوشہ موجود تھا۔ چنانچہ شاہ بخارا کے نام اسی مکتوب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

"نصاریٰ اور مشرکین ہندوستان کے بلاد پر دریائے سندھ سے ساحل بحر تک قابض ہوگئے ہیں۔ یہ اتنا بڑا ملک ہے کہ انسان اگر پیدل چلے تو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں چھ مہینے لگ جائیں۔ انہوں نے (نصاریٰ اور مشرکین نے) خدا کے دین کو ختم کرنے کے لئے تشکیک و تزویر کا جال پھیلایا ہے اور ان تمام خطوں کو ظلم و کفر کی تیرگی

سے بھر دیا ہے۔"

سیاسی فراست

سید احمدؒ شاہ اسماعیل اور دوسرے اکابرین کے مکتوبات سے پتا چلتا ہے کہ وہ اس وقت کی سیاسی صورتحال سے کسی حد تک ہی نہیں بلکہ پوری طرح آگاہ تھے' اور اس سیاسی صورتحال کو بدلنے کے لئے بے تاب تھے' لیکن ان حالات کو بدلنے کے لئے ان کے پاس جو اسلوب تھا وہی دین تھا۔ اس وقت ان کو تحریکوں کے نئے اسلوب کا علم ہی تھا نہ ہی ملک میں تحریکوں کے نئے اسلوب پروان چڑھے تھے کیونکہ وہ طبقہ بھی اتنا جاندار نہ ہوا تھا جو مسلمانوں میں تحریکوں کے لئے نئے اسلوب رائج کرتا' نئے خیالات اور نئے سائنسی علوم کی توسیع کا مبلغ بنتا۔ یہ الگ بات ہے کہ خود انہی اکابر سے متاثر ہونے والے سرسید نے نصف صدی اور ربع صدی بعد اس نئے طبقے اور اس کی نئی ضروریات کی نشاندہی کی' تحریک کے لئے اسلوب سے روشناس کرایا' نیا طریقہ ایجاد کیا اور بدلتے ہوئے حالات میں نئے طریقے اختیار کئے۔

بہرحال سید احمد اور ان کے رفقاء نے انگریزی تسلط کو بھانپ لیا تھا اور اس خطرے سے وہ پوری طرح واقف تھے۔ چنانچہ اسی انگریزی تسلط کے متعلق شاہ اسماعیل اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"جو فرنگی ہندوستان پر قابض ہوئے ہیں وہ بے حد تجربہ کار' ہوشیار اور حیلہ باز اور مکار ہیں۔ اگر اہل خراسان (افغانستان) پر چڑھائی کر دیں تو سہولت سے ان کے ملک پر قابض ہو جائیں گے۔ پھر ان کی حکومت کی حدیں آپ کی حکومت سے مل جائیں گی۔ دارالحرب اور دارالاسلام کی اطراف متحد ہو جائیں گی۔"

اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے ایک عوامی تحریک وجود میں لائی گئی ہے۔ جس طرح تمام تحریکوں کے مختلف ادوار ہوتے ہیں' اسی طرح اس تحریک کے بھی مختلف ادوار تھے' پہلا دور سکھوں کے خلاف نہیں بلکہ دہلی تک اسلامی حکومت کا قیام تھا تاکہ اس کے بعد اتنی طاقت مہیا ہو جائے کہ انگریز سے ٹکر لی جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ سید احمد اور شاہ اسماعیل نے بار بار اس تحریک کے عوامی کردار پر زور دیا ہے اور اپنے تئیں سلطنت کے داعی کے طور پر پیش نہیں کیا تاکہ ان کی تحریک میں سلطنت کے داعی بھی شامل ہو سکیں اور انہیں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ ہو۔ اس لئے وہ بار بار دہراتے ہیں کہ انہیں سلطنت سے کوئی واسطہ نہیں' ان کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے۔

حب اللہ

سید احمد اپنے مختلف مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ ان کا اصل مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے اور اسی کے لئے وہ اپنی جان تک ہارنے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"ہم محض رضائے الٰہی کے آرزومند ہیں۔ ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کو غیر اللہ کی طرف سے بند کر چکے ہیں اور دنیا و مافیہا سے ہاتھ اٹھا چکے ہیں۔ ہم نے محض اللہ کے لئے علم جہاد بلند کیا ہے' ہم مال و منال' جاہ و جلال' امارت و ریاست' حکومت و سیاست کی طلب و آرزو سے آگے نکل گئے ہیں۔ خدا کے سوا ہمارا کوئی مطلب نہیں۔"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"اگرچہ ہم عاجز و خاکسار' ذرۂ بے مقدار ہیں لیکن بلاشک محبت الٰہی سے سرشار اور غیرِ خدا کی محبت سے بالکل دستبردار ہیں۔ یہ سب کچھ محض اللہ کے لئے ہے۔ اس جذبۂ الٰہیہ میں نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسے کا شائبہ بھی نہیں۔ اگرچہ یہ بات فقیر کے اکثر واقفانِ حال پر ظاہر ہے لیکن مزید تاکید کے لئے پھر نئے سرے سے کہتا ہوں کہ میں خدائے علام الغیوب کو گواہ بناتا ہوں کہ کفار اور دشمنوں کے ساتھ جو جذبۂ جہاد حقیر کے دل میں موجزن ہے' اس میں رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ الحق کے مقصد کے سوا' عزت و جاہ و جلال' مال و دولت' شہرت و ناموری' امارت و سلطنت' برادران و معاصرین پر فضیلت و بزرگی یا کسی اور چیز کا فاسد خیال ہرگز دل میں نہیں ہے اور ہم جو بات کہہ رہے ہیں' اللہ اس کا گواہ ہے۔

مسلمانوں کی زبوں حالی

ان ہی مکتوبات میں اس برصغیر کے مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگرچہ کفار اور سرکشوں سے ہر زمانے اور ہر مقام میں جنگ کرنا لازم ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ اس زمانے میں کہ اہلِ کفر و طغیان کی سرکشی حد سے گزر چکی ہے۔ مظلوموں کی آہ و فریاد کا غلغلہ بلند ہے' شعائر اسلام کی توہین ان کے ہاتھوں صاف نظر آ رہی ہے۔ اس بنا پر اب اقامت رکن دین' یعنی اہلِ شرک سے جہاد عامۃ المسلمین کے ذمہ کہیں مستحسن اور واجب ہو گیا ہے۔"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"چند سال سے ہندوستان کی سلطنت و حکومت کا یہ حال ہو گیا ہے کہ عیسائی اور مشرکین نے ہندوستان کے اکثر حصے پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور ظلم و بیداد شروع کر دی ہے۔ کفر و شرک کے رسوم کا غلبہ ہو گیا ہے اور شعائر اسلام اٹھ گئے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر ہم لوگوں کو بڑا صدمہ ہوا۔ ہجرت کا شوق دامن گیر ہوا' دل میں غیرت ایمانی اور سر میں جہاد کا جوش و خروش ہے۔"

سید احمد نے انگریزوں کے تسلط کے متعلق بھی مختلف مکتوبات میں اظہار خیال کیا ہے۔ ایک مکتوب والیٔ چترال کو لکھا' اس میں واضح طور پر انگریزوں کے متعلق اپنے خیالات قلم بند کئے ہیں۔ اس میں لکھتے ہیں:

"جناب کو خوب معلوم ہے کہ یہ پردیسی سمندر پار کے رہنے والے' دنیا جہاں کے تاجر اور سودا بیچنے والے سلطنت کے مالک بن گئے ہیں۔ بڑے بڑے اہلِ حکومت کی حکومت اور ان کی عزت و حرمت کو انہوں نے خاک میں ملا دیا ہے۔ جو حکومت و سیاست کے مرد میدان تھے' وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں' اس لئے مجبوراً چند غریب اور بے سروسامان کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو گئے ہیں اور محض اللہ کے دین کی خدمت کے لئے اپنے گھروں سے نکل آئے ہیں۔ یہ اللہ کے بندے ہرگز دنیادار اور جاہ طلب نہیں' محض اللہ کے دین کی خدمت کے لئے اٹھے ہیں' مال و دولت کی ان کو ذرہ برابر طمع نہیں۔"

یہ مکتوبات بار بار اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ سلطنت حاصل کرنے کا مقصد اس تحریک کی بنیاد نہیں ہے بلکہ یہ تحریک صرف اس لئے شروع کی گئی ہے تاکہ محرومین اقتدار کو اقتدار دلایا جائے۔ کیونکہ اب وہ اپنے اندر چونکہ لڑنے کی سکت نہیں رکھتے اس لئے تحریک جہاد کا پرچم ان "فقیروں" نے بلند کیا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ان کا ایک مکتوب موجود ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

"ملک ہندوستان کا بڑا حصہ غیر ملکیوں کے قبضے میں چلا گیا ہے اور انہوں نے ہر جگہ ظلم و زیادتی پر کمر باندھی ہے۔ ہندوستان کے حاکموں کی حکومت برباد ہو گئی ہے' کسی کو ان سے مقابلے کی تاب نہیں ہے' بلکہ ہر ایک ان کو اپنا آقا سمجھنے لگا ہے۔ چونکہ بڑے بڑے اہل حکومت ان کا مقابلہ کرنے کا خیال ترک کر کے بیٹھ گئے ہیں اس لئے چند کمزور اور بے حقیقت اشخاص نے اس کا بیڑا اٹھایا ہے۔"

یہ مؤقف کہ جہاد کرنے کا فرض ایک الگ جماعت پر ٹھہرا ہے اور حکومت کرنے کا فرض ایک دوسری جماعت اور ایک دوسرے گروہ پر عائد ہوا' یہ اُس دور کا ایک بہت بڑا تضاد تھا اور یہ تضاد مسلمانوں کی سیاست میں گزشتہ ایک صدی یا ڈیڑھ صدی سے چلا آ رہا تھا اور کسی نہ کسی رنگ میں یہ تضاد آج بھی موجود ہے۔ اس تضاد نے بہت حد تک ہماری سیاست کو الجھایا ہے۔

(جاری ہے)

"ندائے خلافت" "میثاق" اور "حکمت قرآن" کے مطالعے کے بعد اپنی رائے سے ضرور مطلع فرمائیں۔

ایمان بالرسالت صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: جناب رحمت اللہ بٹر۔ ناظم دعوت تنظیم اسلامی، پاکستان

یہ ایمان تین اجزاء پر مشتمل ہے: ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب اور ایمان بالرسل۔

ایمان بالملائکہ: یہ ایمانیات کا جزو لازم ہے اس لئے کہ فرشتوں کو نہ ماننے کی وجہ سے یہ گمراہی پیدا ہوتی ہے کہ پھر ہدایت کا وہ کون سا ذریعہ ہے جس سے انبیاء و رسل تک اللہ کا پیغام اور اس کا کلام پہنچا۔ یہی وجہ ہے کہ جب فرشتوں کا انکار کیا گیا تو قرآن مجید کو نبی اکرم ﷺ کا کلام قرار دے دیا گیا۔ ماضی قریب میں اس کی مثالیں سرسید احمد خان اور مولانا فضل الرحمٰن (ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی) کے نظریات ہیں۔

فرشتے اصل میں نوری مخلوق ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا اتنا مشاہدہ ہے کہ وہ باوجود اختیار رکھنے کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ان میں سے کچھ مقربین بارگاہ الٰہی ہیں اور ان کے گل سرسبد روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے کلام اللہ کو اللہ تعالیٰ سے وصول کیا اور پھر اسے روح محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر نازل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے محمد رسول اللہ ﷺ سے ان کی ملاقات کا ذکر خاص طور پر کیا ہے کہ (ملکی صورت میں) آپؐ نے اُن کو دوبار دیکھا ہے، تاکہ قرآن مجید کے راوی اوّل سے ملاقات ثابت ہو اور پھر ان کی صفات بیان کی ہیں کہ وہ کریم بھی ہیں اور امین بھی، ذو قوۃ بھی ہیں اور شدید القویٰ بھی۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کا پیغام انبیاء و رسل تک پوری امانت داری سے پہنچایا ہے۔

ایمان بالکتب: ایمان بالرسالت کا دوسرا جزو ایمان بالکتب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے جو وعدہ فرمایا تھا کہ میری طرف سے نوع انسانی کے لئے ہدایت آتی رہے گی ﴿فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی﴾ یہ اس کی تکمیل ہے اور قرآن مجید صراحت سے بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو کتب ہدایت دے کر بھیجیں جو ان کی اقوام ان کے دور کے لئے ہدایت و رحمت تھیں۔

آخری کتاب قرآن مجید کو "الھدیٰ" بنا کر بھیجا جو تمام انسانوں کے لئے ﴿هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی﴾ ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ لے لیا تاکہ وہ قیامت تک کے انسانوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنی رہے۔

ایمان بالرسل: ایمان بالرسالت کا تیسرا جزو ایمان بالرسل ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت بنی نوع انسان تک پہنچائی۔ وہ اس ہدایت کو انسانوں تک ہمیشہ یہ کہہ کر پہنچاتے رہے کہ "اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ" اور "اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" یعنی چونکہ یہ ہدایت انسانوں کی رہنمائی کے لئے نازل ہوئی ہے اس لئے پہلا ایمان لانے والا اور پہلا فرمانبردار میں خود ہوں۔

قانونی لحاظ سے یہ ایمان اہم ترین ایمان ہے، کیونکہ اس کی بنیاد پر دنیا میں انسانوں کی پہچان ہوتی ہے۔ گویا یہی ایمان انسانوں کا تشخص معین کرتا ہے کہ کون کس گروہ/امت سے تعلق رکھتا ہے۔ دیکھا جائے تو تمام اُمتیں کسی نہ کسی صورت میں اللہ اور آخرت کو مانتی ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ وہ علیحدہ علیحدہ کیوں ہیں؟ صرف ایمان بالرسالت کی بنیاد پر! اور اللہ تعالیٰ رسولوں کو اس لئے مبعوث فرماتا ہے تاکہ وہ اللہ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کے لئے صراط مستقیم معین کریں، یعنی انہیں اللہ کی عطا کردہ ہدایت کے مطابق رہنمائی بھی کریں اور ان کے لئے اسوۂ حسنہ بھی فراہم کریں۔ قرآن حکیم کی آیت مبارکہ پر دوبارہ غور فرمایئے:

﴿وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۚ مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝﴾

(الشوریٰ: 52)

"اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعہ سے (قرآن مجید) بھیجا ہے۔ آپ نہ تو کتاب کو جانتے تھے نہ ایمان کو، لیکن ہم نے اس (قرآن مجید) کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں، اور بے شک (اے محمدؐ) آپ سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ﴾

(محمّد: 33)

"اے ایمان والو! کہا مانو اللہ کا اور کہا مانو رسول (ﷺ) کا اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔"

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ "جس نے رسول کی پیروی کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی" — مزید فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ "اور ہم کسی رسول کو بھیجتے ہی اس لئے ہیں کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن سے۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ)) (رواہ البخاری)

"جس نے محمد (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے محمد (ﷺ) کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور محمد (ﷺ) ہی لوگوں کے درمیان پہچان ہیں (یعنی کون سیدھی راہ پر ہے اور کون اللہ کا نافرمان ہے۔)"

اور اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا ((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) "جو کوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو وہ اسی میں سے ہے۔" چنانچہ مسلمان وہی ہو گا جو مسلمانوں کی سی شکل و صورت، رہن سہن اور معاملات اختیار کرے، اور فرمایا: ((مَنْ اَحَبَّ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) "جو کسی (قوم کے طرز زندگی) سے محبت رکھتا ہے وہ انہی میں سے ہے"۔ چنانچہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرنے والا ہی وہی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ کا طریقہ زندگی پسند ہے۔ یعنی سنت رسول اللہ پر عمل پیرا ہے۔ جیسے فرمایا گیا:

﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

(آل عمران: 31)

"فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

اور آپؐ نے فرمایا: ((مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ)) "جس کو میری سنت پیاری ہے اس کو مجھ سے محبت ہے اور جس کو مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔"

کسی سے محبت کا دعویٰ تو کیا جائے، لیکن پھر اس کی پیروی نہ کی جائے یا اس کی نافرمانی کی جائے تو یہ بڑی تعجب

کی بات ہے۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

فَاِنَّ الْقَلْبَ اِذَا ذَاقَ طَعْمَ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَالْاِخْلَاصِ لَهُ لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَطُّ اَحْلٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَلَذُّ وَلَا اَمْتَعُ وَلَا اَطْيَبُ وَالْاِنْسَانُ لَا يَتْرُكُ مَحْبُوْبًا اِلَّا بِمَحْبُوْبٍ اٰخَرَ، وَالسُّنَّةُ سَفِيْنَةُ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ

"جب دل اللہ کی بندگی (محبت+اطاعت) کا ذائقہ چکھ لیتا ہے اور اس کے لئے خالص ہو جاتا ہے تو اس کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ میٹھی' لذیذ' فائدہ مند اور پاکیزہ نہیں رہتی اور انسان کسی پسندیدہ چیز کو ہمیشہ کسی دوسری محبوب چیز ہی کے لئے چھوڑتا ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کی سنت تو نوح علیہ السلام کی کشتی ہے' جو اس میں سوار ہوگا نجات پا جائے گا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا تو وہ غرق ہو گیا۔"

ہر شخص کو اپنی زندگی کے معمولات' اپنے پسندیدہ تمدن اور معاشرت کا جائزہ لینا چاہئے کہ اس کی پسند و ناپسند کا معیار کیا ہے۔ جو بھی اس کا پسندیدہ طرز زندگی ہے اصل میں وہی اس کا محبوب و مطاع ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے محبت اور آپؐ کی اطاعت ہی کا نام اصل اتباع ہے اور یہی ایمان بالرسول کا تقاضا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)) یعنی "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے والدین' اپنی اولاد اور باقی تمام انسانوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔" اور فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ))

"تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس دین کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔"

اور سچ کہا ہے کسی شاعر نے ؎

تَعْصِي الْاِلٰهَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ
هٰذَا لَعَمْرُكَ فِي الْقِيَاسِ بَدِيْعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهُ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطَاعُ

"تو اپنے معبود کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کے ساتھ محبت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ تیری جان کی قسم یہ تو قیاس میں آنے والی چیز نہیں ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اس کی اطاعت کرتا کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی بات مانتا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ نے اسی لئے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ سے مشابہت سے منع کیا' تاکہ ان کی پہچان اور ان کا تشخص معین ہو جائے اور کسی شخص کو دیکھ کر معلوم ہو جائے کہ وہ کون ہے اور کس امت سے تعلق رکھتا ہے اور یہی پیمانہ ہے جس کو آپ ﷺ نے دوٹوک الفاظ میں بیان فرمایا:

((كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى. قِيْلَ وَمَنْ يَاْبٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى))

"میرے تمام امتی جنت میں جائیں گے سوائے اس کے کہ جو (خود ہی جنت میں جانے سے) انکار کر دے۔ پوچھا گیا: بھلا جنت میں جانے سے کون انکار کرے گا؟ تو آپؐ نے فرمایا: "(میری امت میں سے) جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو گویا اس نے (خود جنت میں جانے سے) انکار کر دیا۔"

اور عجیب حال ہے آپؐ کے امتیوں کا' کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی تو ڈٹ کر کر رہے ہیں اور ساری زندگی رسول ﷺ کے نہ ماننے والوں کی طرز پر زندگی بسر کر رہے ہیں' لیکن کہتے یہ ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ بہت محبوب ہیں۔ مسلمانوں کی اس روش پر علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

ایمان بالرسالت کا تقاضا خود رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں یہ ہے:

((يٰاَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ، وَلَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ اِلَى النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ))

(بیہقی' ورزین' عن ابن اسودؓ)

"اے لوگو! کوئی چیز نہیں ہے جو تمہیں جنت سے قریب کرے اور دوزخ سے دور مگر وہی جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے' اور کوئی چیز نہیں ہے جو تمہیں دوزخ کے قریب کرے اور جنت سے دور مگر وہی جس سے میں نے تمہیں روکا ہے۔"

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز جس کا انگریزی' عربی' فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

تصنیف: ڈاکٹر اسرار احمد

اشاعت خاص 20 روپے' اشاعت عام 10 روپے

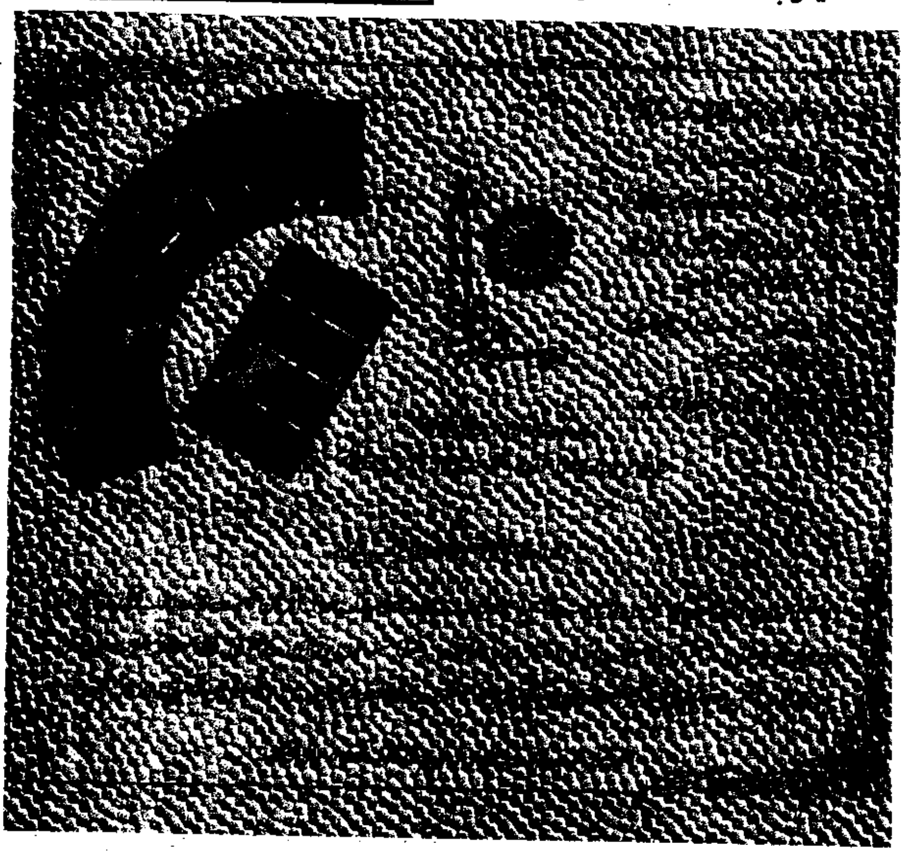

علامہ اقبال اور قیام پاکستان

پروفیسر فتح محمد ملک

ان دنوں سیکولر ملائیت کے جادو میں مبتلا چند پاکستانی صحافی علامہ اقبال کو پاکستان مخالف ثابت کرنے کی مہم میں سرگرم عمل ہیں۔ اس مہم کے محرکات و مقاصد کو سمجھنے کے لئے اسی نوعیت کی پہلی مہم کے احوال و مقامات سے شناسائی ضروری ہے۔ اقبال کو پاکستان مخالف ثابت کرنے کی پہلی مہم کا آغاز خود پنڈت جواہر لعل نہرو نے فرمایا تھا۔ انہوں نے تحریک پاکستان کی برق رفتار مقبولیت کا اصل راز پالیا تھا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ یہ اقبال کی شاعری کا فیضان ہے۔ چنانچہ پنڈت نہرو نے اپنی کتاب ''تلاشِ ہند'' میں یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ اقبال پاکستان کے تصور کے خلاف تھے۔ اس مہم کے دوران مسٹر تھامسن اور مولانا راغب احسن کی سی شخصیات کے استفسار پر علامہ اقبال کے جوابی خطوط کو بھی استعمال کیا گیا تھا۔ ان خطوط میں اقبال نے بڑی قطعیت کے ساتھ چودھری رحمت علی کی پاکستان سکیم کے ساتھ اپنے تعلق کی نفی کی تھی۔ یہ ایک فاشسٹ سکیم تھی۔ اس کے برعکس اقبال کا مسلمانوں کی جداگانہ مملکت کا تصور ایک جدید عوامی جمہوری مملکت کا تصور تھا۔

چودھری رحمت علی ٹوانہ خاندان کے بچوں کے اتالیق بنا کر انگلستان بھجوائے گئے تھے۔ اس یونینسٹ خاندان کی ملازمت ختم ہونے کے بعد ان کی گزر بسر برطانوی حکومت کی مالی سرپرستی کی مرہوم منت تھی۔ (تفصیلات کے لئے دیکھئے: اقبال دی سپر چوئل فادر آف پاکستان، سنگِ میل) چودھری صاحب نت نئی پاکستان سکیمیں پیش کر کے اسلامیانِ ہند میں فکری انتشار کو ہوا دیتے رہتے تھے۔ سن چالیس کے اجلاس لاہور کے مقابلے میں انہوں نے کراچی میں اپنا اجلاس کر کے قائداعظم کی شان میں گستاخی کرنے کی کوشش کی تھی۔ قراردادِ لاہور منظور ہونے کے بعد وہ اپنے دل پر ناکامی کا داغ لئے لندن لوٹ گئے تھے۔ قیامِ پاکستان کو انہوں نے The Great Betrayel (عظیم غداری) قرار دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ علامہ اقبال کسی ایسے شخص کی پاکستان سکیم سے خود کو ہرگز وابستہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ مہم ان خطوط کے سہارے بھی کامیاب نہ ہو سکی تھی۔ چنانچہ تحریک پاکستان کے دوران اسلامیانِ ہند نے اقبال پر اس بہتان کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ وجہ یہ کہ قرارداد لاہور کے فوراً بعد خود بابائے قوم نے Letters of Iqbal to Jinnah کے عنوان سے اقبال اور اپنے درمیان وہ خط و کتابت شائع کر دی تھی جو اب تک صیغۂ راز میں چلی آ رہی تھی۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں قائداعظم نے اعتراف فرمایا تھا کہ قرارداد لاہور اقبال کے افکار سے پھوٹی ہے:

مسلم لیگ کے سن چالیس کے لاہور اجلاس سے منسلک یوم اقبال کی تقریب کے ایک اجلاس کی صدارت قائداعظم نے فرمائی تھی تو دوسرے اجلاس کی صدارت شیر بنگال مولوی فضل الحق کے حصے میں آئی تھی۔ ہر دو قائدین نے اقبال کو اسلامیان ہند کا دیدۂ بینا اور قرارداد لاہور کا صورت گر قرار دیا تھا۔ نتیجہ یہ کہ پنڈت جواہر لعل نہرو کی شروع کی ہوئی مہم ناکام ہو کر رہ گئی تھی۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عوام نے اُن سیاستدانوں کی بات نہیں مانی جو تحریک پاکستان کے مخالف تھے۔ جب خود تحریک پاکستان کے قائدین اقبال کو اپنا ''دوست، فلسفی اور رہنما'' قرار دے رہے تھے تب پاکستان مخالف حلقوں کی پھیلائی ہوئی افواہوں کو کون پذیرائی بخشتا؟ ایسے میں جب پاکستان قائم ہوا تو قدرتی طور پر دنیا بھر میں علامہ اقبال کو پاکستان کا فکری بانی تسلیم کر لیا گیا۔ بھارت میں اس آفاقی صداقت کو جھٹلانے کا عمل اب تک جاری ہے۔ قدرتی بات ہے کہ بھارت میں رہنے والے پرستارانِ اقبال تصور پاکستان کے باب میں نہرو ہی کی لکیر کو پیٹنے میں عافیت محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ The Ardent Pilgrim کے مصنف اقبال سنگھ اور Iqbal Poet and Politician کے مصنف رفیق زکریا نے اقبال کے تصور پاکستان کو ایک خودمختار اسلامی مملکت کی بجائے اکھنڈ بھارت کا ایک صوبہ قرار دیا ہے۔ جارحانہ ہندو اکثریت کے ملک میں اقبال سے عقیدت و محبت کو سازش کے الزام سے بچانے کے لئے یہ ایک مؤثر استدلال ہے۔ ہمیں ان قابل احترام پرستاران اقبال سے کوئی گلہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک میں نے ان کی گرانقدر تصنیفات کے اس عیب کی جانب اشارہ تک نہیں کیا۔ مگر میں نہرو کی

علامہ اقبال کا خط بنام قائداعظم

پاکستان کا تصور علامہ اقبالؒ کا دیا ہوا ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ حصولِ پاکستان کے بعد وہ پاکستان میں کس قسم کے نظام کا نفاذ چاہتے تھے؟ اس کے متعلق انہوں نے اپنا نظریہ اس خط میں واضح کیا تھا، جو انہوں نے 28 مئی 1937ء کو قائداعظم کے نام تحریر فرمایا تھا۔ انہوں نے اس خط میں پہلے یہ بتایا کہ مسلم لیگ کا نصب العین کیا ہونا چاہئے اور اس کے بعد اگر ان کے تصور کے مطابق مسلمانوں کی جداگانہ مملکت قائم ہو گئی تو اس کا نظام کن خطوط پر متشکل ہونا چاہئے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''لیگ کو آخرالامر یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ ایک ایسی جماعت رہنا چاہتی ہے جو صرف مسلمانوں کے اعلیٰ طبقہ کی نمائندگی کرے یا وہ عوام کی نمائندگی کرنا چاہتی ہے۔ اس وقت تک عوام نے لیگ میں کوئی دل چسپی نہیں لی اور اس کی ان کے پاس وجوہات ہیں۔ ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ کوئی سیاسی جماعت جو مسلمانوں کے متوسط طبقہ کی مرفہ الحالی کا وعدہ نہیں دے سکتی، عوام کے لئے کبھی جاذبِ نگاہ نہیں بن سکے گی۔ (اس وقت حالت یہ ہے کہ) آئینِ جدید (یعنی 1935ء کے آئین) کے مطابق، اعلیٰ ملازمتیں امراء کے بیٹوں کے حصہ میں آجائیں گی اور نچلی ملازمتیں وزراء کے دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے وقف ہو جائیں گی۔ (عوام اور متوسط درجہ کے مسلمانوں کا ان میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ یہ تو رہا ملازمتوں کی بابت، اسی طرح) دیگر معاملات میں بھی ہمارے سیاسی اداروں نے کبھی عوام کی مرفہ الحالی کے متعلق کچھ نہیں سوچا۔ روٹی کا مسئلہ دن بدن نازک ہوتا چلا جا رہا ہے۔ مسلمان محسوس کر رہے ہیں کہ وہ گزشتہ دو سو سال سے نیچے ہی نیچے جا رہا ہے...... اس لئے سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا علاج کیا ہو۔ لیگ کا مستقبل اسی سوال کے حل پر موقوف ہے۔ اگر لیگ نے اس باب میں یہ نہ کیا تو مجھے یقین ہے کہ عوام اس سے اسی طرح بے تعلق رہیں گے جس طرح اس وقت تک اس سے بے تعلق رہے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اسلامی آئین کے پاس اس مسئلہ کا حل موجود ہے۔ اس آئین کو دورِ حاضر کے تصورات کی روشنی میں مزید نشوونما دی جا سکتی ہے۔ اسلامی آئین کے طویل اور گہرے مطالعے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام کو اچھی طرح سے سمجھ کر نافذ کر دیا جائے تو اس سے کم از کم ہر فرد کو سامانِ روزگار ضرور مل جاتا ہے۔

لیکر کے فقیر پاکستانی صحافیوں کی اس دوسری مہم کو زیر بحث لانا بہت ضروری خیال کرتا ہوں۔

ایک مسلمہ حقیقت کو معرضِ شک میں ڈالنے کی یہ دوسری مہم ٹریک ٹو سفارت کاری نے جنم دی ہے۔ اس جاری مہم کے چند سرکردہ افراد نے کہیں بین السطور اور کہیں برملا یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ جب تک پاکستان اپنی جداگانہ نظریاتی اساس کو دھندلاتے دھندلاتے معدوم نہیں کر دیتا پاکستان اور بھارت میں دوستی ناممکن ہے۔ وہ قاہر و جابر عالمی قوتیں جو اپنے معاشی اور سیاسی استحصال کی خاطر پاکستان اور بھارت کو مشترکہ دفاع ''مشترکہ خارجہ پالیسی اور مشترکہ کرنسی اپنانے پر مجبور کر رہی ہیں' ان کا مفاد اسی میں ہے کہ پاکستان عظیم تر ہندوستان میں فقط مسلمان اکثریت کا ایک صوبہ بن کر رہ جائے۔ چنانچہ پاکستان کے لئے ایک نئی سیکولر نظریاتی اساس کی تلاش زوروں پر ہے۔ اقبال کا تصورِ پاکستان ایک جدید اسلامی مملکت کا تصور ہے۔ اسلامی طرزِ حیات کو اس تصور سے الگ کرنا ناممکن ہے۔ سن **1930**ء کے خطبۂ الہ آباد سے ربع صدی پیشتر اقبال نے اپنی نظم ''جوابِ شکوہ'' میں اسلامیانِ ہند کو اللہ تعالیٰ کی زبانی یہ پیغام دیا تھا:

قوم مذہب سے ہے' مذہب جو نہیں' تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں' محفلِ انجم بھی نہیں

اور

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

متحدہ ہندوستانی قومیت کے بُت پاش پاش کرتے وقت انہوں نے مسلمانوں کو یاد دلایا تھا کہ ''اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے'' **1907**ء سے لے کر اپنی آخری نظم ''حسین احمد'' اور اپنے آخری سیاسی بیان ''حسین احمد کے نام'' تک علامہ اقبال اپنی دل سوز لے میں جداگانہ مسلمان قومیت کے خدوخال اجاگر کرتے رہے تھے۔ اس جداگانہ مسلمان شناخت کے دشمنوں کو اس بات پر تو اطمینان ہے کہ گزشتہ نصف صدی سے پاکستان کے حکمران طبقے نے اقبال کی تعلیمات کو فراموش کر رکھا ہے مگر وہ اس بات پر بے حد مضطرب ہیں کہ اقبال کا تصورِ اسلام عوام کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ وہ اس امکان سے گزر رہے ہیں کہ اقبال نے اپنی عہد آفریں تصنیف ''جاوید نامہ'' میں قرآنی ریاست کا جو انقلابی نقشہ پیش کیا ہے اگر پاکستانی قوم نے اسے ہی اپنا روڈ میپ بنا لیا تو پھر عالمی شیطانی سیاست کا کیا حشر ہوگا؟ اس امکان کو مٹا دینے کی خاطر لادینیت کے آسیب میں مبتلا عناصر کو ایک بار پھر یہ ضرورت آ پڑی ہے کہ اقبال کو پاکستان مخالف ثابت کرنے کی مہم دوبارہ چلائی جائے۔ اس مہم کے دوران بھی وہی پرانا ''سامانِ جنگ'' استعمال کیا جا رہا ہے۔ اب یہ انہیں کون سمجھائے کہ یہ سامان تو تحریک پاکستان کے دوران ہی ناکارہ ہو کر رہ گیا تھا۔

(بہ شکریہ ''نوائے وقت'' لاہور)

امریکا کی فوجی مداخلت و جارحیت پر ایک طائرانہ نگاہ

حملے

کیوبا	1898-1902ء	پناما	1901-14ء
ہونڈوراس	1903ء	ڈومینکن ریپبلکن	1903-04ء
کوریا	1904-05ء	کیوبا	1906-09ء
نکاراگوا	1907ء	ہونڈوراس	1907ء
پناما	1908ء	نکاراگوا	1910ء
ہونڈوراس	1911ء	چین	1911-14ء
کیوبا	1912ء	پناما	1912ء
ہونڈوراس	1912ء	نکاراگوا	1912-33ء
میکسیکو	1913ء	ڈومینکن ریپبلکن	1914ء
میکسیکو	1914-18ء	ہیٹی	1914-34ء
ڈومینکن ریپبلکن	1916-24ء	کیوبا	1917-33ء
روس	1918-22ء	ہونڈوراس	1919ء
گوئٹے مالا	1920ء	ہونڈوراس	1924-25ء
پناما	1925ء	چین	1924-34ء
ایل سلواڈور	1932ء	جرمنی	1945ء
پیورٹوریکو	1950ء	کوریا	1951-53ء
ایران	1953ء	لبنان	1958ء
پناما	1958ء	ویتنام	1950-75ء
کیوبا	1961ء	لاؤس	1962ء
پناما	1964ء	گوئٹے مالا	1966-67ء
کمبوڈیا	1969-75	اومان	1970ء
لاؤس	1971ء	ایل سلواڈور	1981-92ء
نکاراگوا	1981-90ء	لبنان	1982-84ء
ہونڈوراس	1983-89ء	گریناڈا	1983-84ء
لیبیا	1986ء	پناما	1989-90ء
لائبیریا	1990ء	صومالیہ	1992-94ء
بوسنیا	1993-95ء	ہیٹی	1994-96ء
زائرے	1996-97ء	افغانستان	2001-02ء
عراق	2003ء	عراق	2003ء

بمباری

چین	1945-46ء	کوریا	1950-53ء
چین	1950-53ء	گوئٹے مالا	1954ء
انڈونیشیا	1958ء	کانگو	1964ء
پیرو	1965ء	لاؤس	1964-73ء
ویتنام	1961-73ء	کمبوڈیا	1969-70ء
گوئٹے مالا	1967-69ء	گریناڈا	1983ء
لبنان	1984ء	لیبیا	1986ء
ایل سلواڈور	1980ء کی دہائی	نکاراگوا	1980ء کی دہائی
پناما	1989ء	عراق	1991-99ء
سوڈان	1998ء	افغانستان	2001-1998ء
یوگوسلاویا	1999ء		

بہ شکریہ: ''معارف فیچر سروس''

مکتوب شکاگو

رعنا خان

جس طرح ہم میں سے کوئی بغیر کسی تیاری کے نہ کہیں جاتا ہے اور نہ ہی کسی مہمان کو اس کے شایانِ شان استقبال کے مدعو کر پاتا ہے' بالکل اسی طرح ہمیں رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی اس کو ویلکم کرنے کے لئے تیار ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ رمضان وہ مہینہ ہے' جس میں اللہ کے فرمانبردار بندے اپنی توجہ اس مادہ پرست دنیا سے ہٹا کر روحانی دنیا پر مرتکز کر لیتے ہیں۔ یعنی اس مہینے میں ہم مسلمان اپنی روحانی بیٹری کو چارج کرتے ہیں تاکہ باقی ماندہ زندگی کی گاڑی صحیح سمت میں محوِ سفر رہے۔ یہ رمضان کی خاص کوالٹی ہے کہ اگر اس مہینے میں اپنا وقت نیکی کے امور کی انجام دہی میں صرف کیا جائے تو اس کی برکت تمام سال احاطہ کئے رکھتی ہے اور اگر بدقسمتی سے اس موقع کو ضائع کر دیا جائے تو آئندہ رمضان تک اس کی برکتوں سے محرومی حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ہر رمضان میں ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ شاید یہ آخری رمضان ہو' جس طرح ہر نماز کی ادائیگی اس سوچ کے ساتھ کرنا چاہئے کہ شاید یہ آخری نماز ہو۔ رمضان اسلامک کیلنڈر کا ایک نہایت اہم مہینہ ہے' جس کا انتظار اہلِ ایمان شدت کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ رجب کے آغاز میں' رمضان المبارک سے پورے دو ماہ پہلے حضور اکرم ﷺ یہ دعا کرنا شروع کر دیا کرتے تھے **((اللھم بارک لنا فی رجب شعبان و بلغنا الی شھر رمضان))** (اے اللہ ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرمایئے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے)۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہِ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیا' جس میں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ یہ مہینہ بڑا بابرکت ہے۔ اس ماہِ مبارک میں ایک رات (شبِ قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں روزے رکھنا فرض ٹھہرایا ہے اور اس کی رات میں قیام (یعنی تراویح) کو نفل قرار دیا ہے۔ یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا اجر و ثواب جنت ہے۔ اس مہینے کا ابتدائی عشرہ اللہ کی رحمت کا ظہور ہے اور اس کا درمیانی عشرہ مغفرتِ خداوندی کا مظہر ہے اور آخری عشرہ گردنوں کو آتشِ دوزخ سے چھڑانے کی بشارت اور نوید سے معمور ہے''۔ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں کہ ''یہ خطبہ آپ ﷺ کی یہ منشاء و خواہش تھی کہ امتِ مسلمہ اس عظمت والے مہینہ سے مستفیض ہونے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جائے' اس لئے کہ جب تک کسی چیز کی حقیقی قدر و قیمت کا شعور نہ ہو اس وقت تک انسان اس سے صحیح طور پر اور بھرپور طریقے سے استفادہ نہیں کر سکتا''۔ یہی وہ چیز ہے جس کو آج ہم ویلکم رمضان' استقبالِ رمضان اور ریسیونگ رمضان کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ سنت رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ہم رمضان میں قرآن سے ناطہ جوڑیں۔ حدیثِ پاک کی رو سے روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے لیکن اس کے برعکس آج ایک اور ہی منظر عالمِ اسلام پر غلبہ حاصل کرتا نظر آ رہا ہے اور وہ یہ کہ رمضان کو تقریبات' شاپنگ' مہنگے ریستورانوں میں فینسی افطار' تفریح اور ہلہ گلہ کی نظر کیا جا رہا ہے۔ جبکہ ہمیں چاہئے کہ ہم اس مہینے میں اپنی اصلاح پر خصوصی توجہ دے کر خود کو اللہ کے راستے کے ایکٹو ورکرز بنائیں۔ ہر مسلمان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ رمضان کا استقبال پورے خلوص' گناہوں پر ندامت اور آئندہ کے لئے ان سے اجتناب کے عزم اور نیکی اور تقویٰ کے حصول کی نیت سے کرے۔ رمضان ہر سال اپنی تمام رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ امتِ مسلمہ کا مہمان بنتا ہے۔ کیا امتِ مسلمہ ان رحمتوں اور برکتوں کا خود کو اہل ثابت کر رہی ہے' یہ ایک ایسا ایشو ہے جو ہر سال امت کے حساس حلقوں میں سر اٹھاتا ہے اور علمائے کرام کے نزدیک اس ایشو نے انتہائی کربناک صورتحال اختیار کر لی ہے۔ کم علمی' بے حسی اور نفسا نفسی کچھ یوں امت میں رچ بس گئی ہے کہ کوئی بھی کسی بھی قسم کی مثبت تبدیلی کو ہماری موجودہ حالت میں ہوتا دیکھنے کی امید نہیں کر پا رہا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم رمضان میں عبادت و ریاضت کے باوجود خود پر اور اپنے نفس پر کوئی کنٹرول نہیں کر پاتے۔ اس لئے کہ روزہ جو کہ وہ آرگنائزڈ طریقہ ہے' جس پر عمل پیرا ہو کر مسلمان اپنے نفس پر کنٹرول کرنا سیکھتا ہے ہم اس پر اس کی توقعات کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہی کب ہیں؟ رنگ برنگے کھانے' زرق برق لباس' دکھاوا اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا زیاں جن میں سے ایک ہمارا قیمتی وقت بھی ہے جو اس مبارک مہینے میں ہمارے گھروں اور کمیونٹی میں بڑی بے دردی سے ضائع کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کا اصل پیغام ہم تک پہنچ ہی نہیں پاتا۔ دنیا کی دوڑ میں تقویٰ کا حصول کہیں دور چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ایک مسلمان کی پہلی ترجیح ہونا چاہئے اور یہ یقیناً کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن رمضان ایک ایسا ونڈرفل موقع ہوتا ہے جب یہ کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ہم مسلمانوں کو سوچنا چاہئے کہ ہم رمضان المبارک میں کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور کس کی صف میں شامل ہونا چاہتے ہیں winners کی یا losers کی!

روزے کے چند ضروری مسائل

ذیل میں روزہ کے کچھ ضروری مسائل لکھے جاتے ہیں جن سے واقف ہونا ہر مرد و عورت کے لئے ضروری ہے تاکہ بوقت ضرورت ان پر عمل کیا جا سکے۔

وہ صورتیں جن میں روزہ نہ ٹوٹتا اور نہ مکروہ ہوتا ہے:

☆ کسی قسم کا انجکشن یا ٹیکہ لگوانا۔
☆ کسی عذر سے رگ کے ذریعہ گلوکوز چڑھوانا
☆ سخت ضرورت کے وقت خون چڑھوانا۔
☆ طاقت کا انجکشن لگوانا
☆ ایسی آکسیجن دینا جو خالص ہو اور اس میں ادویات کے اجزاء شامل نہ ہوں
☆ کلی کرنے کے بعد منہ کی تری نگلنا
☆ اپنا لعاب دہن جو اپنے منہ میں ہو نگل لینا' البتہ اسے منہ میں جمع کر کے نگلنا نہ چاہئے۔
☆ ضرورت کے وقت کوئی چیز چکھ کر تھوک دینا
☆ ناک کو اس قدر زور سے سڑک لینا کہ حلق کے اندر چلی جائے
☆ دانت کو اس طرح نکلوانا کہ روزہ بے خطر ادا ہو جائے اور خون حلق میں نہ جائے
☆ دانتوں سے نکلنے والا خون نگل لینا بشرطیکہ وہ لعاب دہن سے کم ہو اور منہ میں خون کا ذائقہ معلوم نہ ہو
☆ نکسیر پھوٹنا
☆ چوٹ وغیرہ کے سبب جسم سے خون نکلنا
☆ کسی زہریلی چیز کا ڈسنا
☆ مرگی کا دورہ پڑنا
☆ بواسیر کے مسوں کو طہارت کے بعد اندر دبا دینا
☆ حلق میں بلا اختیار دھواں' گرد و غبار یا مکھی وغیرہ کا چلا جانا
☆ بھول کر کھانا پینا یا بھول کر بیوی سے صحبت کرنا
☆ اگر جماع کا اندیشہ نہ ہو تو بیوی سے بوس و کنار کرنا
☆ سوتے ہوئے احتلام ہو جانا
☆ خود بخود قے آ جانا
☆ کان میں پانی ڈالنا یا بے اختیار چلے جانا
☆ آنکھوں میں دوا یا سرمہ لگانا
☆ مسواک کرنا
☆ سر اور بدن میں تیل لگانا
☆ عطر یا پھولوں کی خوشبو سونگھنا
☆ پان کی سرخی اور دوا کا ذائقہ منہ سے ختم نہ ہونا

شہر بہ شہر، قصبہ بہ قصبہ ''تنظیم اسلامی'' کی سرگرمیاں اور اطلاعات

شعبہ دعوت کا دس روزہ پروگرام

حلقہ لاہور سے تین رفقاء نے 3/اکتوبر تا 5/اکتوبر وقت دیا تھا۔ اس لئے فیروز والہ تنظیم میں ایک سہ روزہ پروگرام ترتیب دیا گیا۔ لیکن ان رفقاء میں سے کوئی بھی نہ آیا۔ بہرصورت ناظم دعوت بمعہ معاون کے فیروز والا چلے گئے اور دو مسجدوں میں خطابات جمعہ کئے۔ ایک خطاب مسجد نور الہدیٰ میں اور دوسرا مسجد حیدری میں ہوا اور پھر بعد نماز فجر دونوں جگہوں پر عبادت رب اور شہادت علی الناس کے تقاضے بیان کئے گئے۔

4/اکتوبر کو محمد اشرف وصی صاحب پھالیہ چلے گئے۔ وہاں ایک مسجد میں حبِ رسول ﷺ اور اس کے تقاضے پر خطاب کیا۔ 5/اکتوبر کو رفقاء کے ساتھ صبح ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے دس بجے تک مذاکرہ کیا۔ ناظم دعوت نے 5/اکتوبر کو رفقاء کے ساتھ مذاکرہ کیا۔ ناظم دعوت نے 5/اکتوبر کو نوبہ ٹیک سنگھ میں محترم مختار حسین فاروقی صاحب کے دورہ ترجمۃ القرآن کی تکمیل پر انبیاء و رسل کے مقصد بعثت یعنی دین کے غلبے کے موضوع پر خطاب کیا اور اجتماعی زندگی کی فرضیت واضح کی۔

7/اکتوبر کو وہاڑی میں دو روزہ پروگرام ترتیب دیا گیا تھا چنانچہ 9 بجے صبح ایک تک ''فرائض دینی پر مذاکرہ ہوا' پھر بعد نماز مغرب خطاب عام ہوا' بعد نماز فجر دو مسجدوں میں خطاب ہوا اور پھر صبح کے اوقات میں منہج انقلاب نبویؐ پر مذاکرہ ہوا۔ بعد نماز مغرب تنظیم کی دعوت دی گئی۔ 9/اکتوبر کو واپس لاہور آنا ہوا۔ قصور میں سہ روزہ کے لئے انتظامات کئے۔ دس احباب پر مشتمل یہ قافلہ جمعہ کی صبح 9 بجے دو گاڑیوں میں سوار ہو کر قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور سے قصور کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس قافلے میں تنظیم کے اور رفقاء کے ساتھ مدیر اعلیٰ ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' کے معاون اور پروف ریڈر جناب فرید اللہ مروت' ہاسٹل وارڈن محمد اقبال صاحب اور کیشئر اشرف بیگ صاحب شامل تھے۔ گیارہ بجے یہ قافلہ مسجد انوار التوحید پہنچا۔ وہاں رفقاء نے سب سے پہلے وضو کر کے چاشت کے نوافل ادا کئے اور اللہ کے حضور دعوتی کام میں مدد کے لئے دستِ بدعا ہوئے۔

پھر ناظم دعوت رحمت اللہ بٹر صاحب نے رفقاء کو دو گروپوں میں تقسیم کیا اور قصور میں دو مساجد میں خطبات جمعہ دیئے۔ بعد نماز مغرب پھر مسجد انوار التوحید میں خطاب ہوا۔ بعد نماز عشاء مسجد مولوی عبدالغفور میں خطاب ہوا۔ 11/اکتوبر کو بعد نماز فجر فیصل مسجد اہل حدیث میں اپنے سلسلے کی ذمہ داریاں کے موضوع پر خطاب ہوا۔ پھر اسلامیہ ہائی سکول اور تائید الاسلام ہائی سکول کے اساتذہ سے خطابات ہوئے اور عظمت قرآن مجید اور اس کی زندگی کے حقائق بیان کئے گئے۔ بعد نماز مغرب پھر مسجد انوار التوحید میں خطاب ہوا۔ بعد نماز عشاء مسجد مولوی عبدالغفور کی مسجد میں خطابات ہوئے۔

محمد اشرف وصی صاحب نے ایک دوسری مسجد میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر خطاب کیا۔ تین جگہوں پر 12/اکتوبر کو خطاب ہوا اور صبح کے اوقات میں رفقاء کے ساتھ دو دن مذاکرے ہوئے۔ اس طرح سے 12/اکتوبر کو بعد نماز مغرب خطاب کے بعد واپسی ہوئی۔

ایک روزہ تربیتی پروگرام زیر اہتمام حلقہ گوجرانوالہ

اس پروگرام کا آغاز 11/اکتوبر بعد نماز مغرب ہوا۔ نماز مغرب تک کافی رفقاء تشریف لا چکے تھے۔ بعد نماز مغرب عبدالقدیر بٹ صاحب (امیر تنظیم اسلامی سیالکوٹ) نے سورۃ الحج کے آخری رکوع کے حوالے سے ایمان و عمل کے تقاضوں کو مثبت انداز میں اجاگر کیا۔ بعد ازاں راقم نے درس حدیث دیا۔ عشاء کی نماز کے لئے وقفہ ہوا۔ بعد نماز عشاء حضرت مصعبؓ بن عمیر کی سیرت کے واقعات بیان کئے گئے۔ بعد از طعام ''تحریکوں کی ناکامی کے اسباب'' پر مذاکرہ جناب محمد حسین صاحب کے ذمے تھا۔ بہت مدلل مذاکرہ ہوا۔ رفقاء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ رات سوا گیارہ بجے پروگرام ختم ہوا۔ اذانِ فجر کے بعد راقم نے تزکیہ نفس کے حوالے سے تقرب بالفرائض اور تقرب بالنوافل کی اہمیت بیان کی۔

بعد نماز فجر جناب عبدالرؤف صاحب نے اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والوں کے اوصاف بیان کئے۔ اس کے بعد پھر مذاکرہ کا پروگرام تھا۔ جس کی ذمہ داری جناب پروفیسر محمد اشرف صاحب کے سر تھی' موضوع تھا ''تبلیغ و اقامت دین میں معاشی و معاشرتی رکاوٹیں' اشراق کے وقت تک یہ پروگرام رہا۔ نمازِ اشراق کی ادائیگی کے بعد ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' پر مذاکرہ تھا۔ مقرر تھے جناب ڈاکٹر محمد مشتاق صاحب۔ ناشتہ کے بعد حالاتِ حاضرہ کا پروگرام تھا۔ جس کے مقرر جناب عادل قریشی صاحب تھے۔ انہوں نے اپنے مخصوص اور دلچسپ انداز میں حالات حاضرہ کو بھی مذاکرہ میں تبدیل کر دیا۔

پروگرام کے آخر میں جناب ناظم حلقہ شاہد رضا صاحب نے تنظیمی امور کے بارے میں تفصیلات بیان کیں۔ شورائی نظام کے متعلق وضاحت کی اور شوریٰ کے آئندہ اجلاس کے بارے مشورے طلب کئے۔ ساڑھے دس بجے دعا کے ساتھ یہ تربیت گاہ اپنے اختتام کو پہنچی' اللہ تعالیٰ ہم سب کو جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر ہو۔ مجموعی طور پر 38 رفقاء اور تین احباب نے اس تربیتی پروگرام میں شرکت کی۔ (راقم: خادم حسین)

تنظیم شرقی لاہور' حلقہ خواتین استقبالِ رمضان

رپورٹ برائے اجتماع ''استقبالِ رمضان 2003ء''

جس طرح اہم شخصیت کو خاص انداز سے خوش آمدید کہا جاتا ہے' بالکل اسی طرح شرقی تنظیم حلقہ خواتین (لاہور) کے زیر اہتمام ماہِ صیام و قیام کے پر تپاک استقبال کے سلسلے میں ''اجتماع استقبالِ رمضان'' مورخہ 4 اکتوبر 2003ء بوقت ساڑھے تین بجے بمقام قرآن آڈیٹوریم منعقد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز بطریق مسنون تلاوتِ قرآن مجید سے کیا گیا۔ تلاوت قرآن مجید رفیقہ تنظیم اسلامی محترمہ راحت جبیں صاحبہ نے کی۔ سورۃ البقرۃ کا 24 واں رکوع نہایت خوش الحانی سے تلاوت کیا۔ تلاوت و ترجمہ کے بعد محترمہ ماریہ صاحبہ نے حمد باری تعالیٰ پڑھی۔ اس کے بعد اسٹیج سیکرٹری محترمہ صالحہ رفیقہ تنظیم اسلامی نے محترمہ بیگم ڈاکٹر اسرار احمد کو کرسی صدارت پر رونق افروز ہونے کی دعوت دی۔

کارروائی آگے بڑھاتے ہوئے محترمہ صالحہ صاحبہ نے نقیبہ اسرہ نمبر 3 محترمہ لمۃ الہادی صاحبہ کو دعوتِ خطاب دی۔ انہوں نے مختصر کتابچہ ''شبِ قدر'' کا تفصیلی مطالعہ کروایا۔ محترمہ نے خاص طور پر اس بات کی طرف بھرپور توجہ دلوائی کہ ہر مسلمان کو ہر لمحہ اپنے سامنے زندگی کا مقصد رکھنا چاہئے۔ مزید بتایا کہ ہماری زندگی کا مقصد اور ہمارا نصب العین رضائے الٰہی کا حصول اور اُخروی نجات ہے۔ ''شریعت'' کی وضاحت کرتے ہوئے حدیث کا حوالہ دیا کہ قل امنت باللہ ثم استقیم ـــ کہ اس مختصر سے جملے میں پوری شریعت چھپی ہوئی ہے۔ اس کتابچے کے تفصیلی مطالعے کا مقصد یہ تھا کہ ماہِ رمضان میں مختلف قسم کے اوراد و اذکار کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اکثر و بیشتر لوگ ''اصل'' اذکار چھوڑ کر من گھڑت باتوں میں مشغول ہو کر رہ جاتے ہیں۔ مختلف آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے مزین اور پُر اثر باتوں کے سننے کے بعد کچھ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یقیناً بہنیں اس چیز کا خصوصی خیال رکھیں گی اور ماہِ صیام و قیام کو مسنون طریقے سے اور احتساب کی نیت سے گزاریں گی۔

اس کے بعد محترمہ وردہ احمد رفیقہ تنظیم اسلامی نے بہت ہی پیاری آواز اور دلکش انداز سے نظم پڑھی ''کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں' لیکن کہنے کو شرماتی ہوں''

اس کے بعد پروگرام کی مہمان خصوصی محترمہ آپا رضیہ مدنی صاحبہ کو درس کی دعوت دی گئی۔ آپا رضیہ بذاتِ خود ایک چلتا پھرتا علم کا خزانہ ہیں۔ محترمہ آپا رضیہ مدنی صاحبہ کے درس کے دو موضوعات تھے:

i) رمضان المبارک اور انفاق فی سبیل اللہ

ii) رمضان المبارک اور جہاد فی سبیل اللہ

محترمہ نے آتے ہی بڑے ہی پیارے انداز میں' ان موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ موضوعِ اوّل کے ضمن میں دیگر پیاری احادیث و آیاتِ قرآنیہ کے علاوہ اس حدیثِ مبارکہ کی بھی وضاحت ذرا تفصیل سے فرمائی کہ آنحضور ﷺ رمضان میں چلتی ہوئی ہوا سے زیادہ سخی ہوتے تھے

کہ جس طرح چلتی ہوئی ہوا سب کے لئے یکساں ہوتی ہے'اسی طرح بندۂ مومن کو بھی اس مبارک ماہِ رمضان میں خرچ کرتے وقت سب کا خیال رکھنا چاہئے۔مزید یہ کہ ہم تو اس رب ذوالجلال کے بندے ہیں جو بے انتہا غنی ہے'وہ یقیناً ہمیں اپنے ''ظرف'' کے مطابق اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

اپنے دوسرے موضوع پر گفتگو فرماتے ہوئے محترمہ نے تفصیلاً بتایا کہ کس طرح اس عظیم اور بابرکت مہینے میں بندۂ مومن دن میں صیام اور رات میں قیام کے ذریعے ضبطِ نفس پر عمل پیرا ہوتا ہے اور اس طرح جہاد بالنفس کے مراحل تدریجاً طے کرتے ہوئے جہاد کی اعلیٰ ترین منزل قتال تک پہنچتا ہے۔

مزید یہ کہ محترمہ کی گفتگو میں خاص طور سے مسلمان ماؤں کے لئے درس تھا کہ ہم نے اپنے آپ کو اللہ کی بندیاں بناتے ہوئے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنانا ہے کہ ہر عورت اپنے گھر و اولاد کے معاملے میں راعیہ کی حیثیت سے جوابدہ ہے۔آپا رضیہ مدنی نے اپنی گفتگو کے اختتام پر فرمایا کہ جو نیکی کرنے کا آپ ارادہ رکھتے ہیں اس کا آغاز ابھی سے کر لیجئے کہ رمضان المبارک کے علاوہ بھی سارا سال بندۂ مومن کی تربیت ہی کا ہوتا ہے۔

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

اس درس کے بعد نائب ناظمہ علیا محترمہ امۃ المعطی صاحبہ سٹیج پر تشریف لائیں انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں ''روزہ' قرآن اور دعا'' پر گفتگو فرمائی۔انہوں نے بتایا کہ جس طرح ہم حالتِ روزہ میں جائز و حلال چیزوں سے تک سے رک جاتے ہیں بالکل اسی طرح رمضان کے بعد حرام چیزوں سے بھی رکنا چاہئے۔

محترمہ نے خاص طور سے عورت کے حجاب کے حوالے سے بھی گفتگو کرتے ہوئے مختصراً قرآنی آیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ چہرے کا پردہ قرآن سے ثابت ہے'لہٰذا اسے اختیار کرنا ہر مسلمان اور ''باایمان'' عورت کا فرض عین ہے۔

روزے اور قرآن کے آپس میں تعلق کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس ماہِ مبارک میں قرآن مجید نازل ہوا اور اس کی آیات ہماری روح کے لئے'یعنی روحانی وجود کے لئے تقویت کا باعث ہیں۔دن میں بھوکا پیاسا رہ کر بندۂ مومن رضائے الٰہی کو تلاش کرتا ہے تو رات کو اس روحانی وجود پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی بارش سے اپنے اصل نصب العین کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔

مزید محترمہ امۃ المعطی صاحبہ نے بتایا کہ روزے کے لئے دو شرائط اگر مستحضر رہیں تو نور علی نور ہوگا یعنی ایمان اور احتساب اور یہ کہ ہمارے نیک اعمال ہی ہماری سفارش' ہماری دعا اور ہماری اصل بچت اور سرمایہ ہیں اور مزید بتایا کہ ہمیں دعا کے لئے کسی دربار پر جانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ وہ رب تو ''نحن اقرب الیه من حبل الورید'' شہ رگ سے بھی قریب ہے اور ہر پکار لگانے والے کی پکار کا جواب دیتا ہے۔بس شرط یہ ہے کہ عمل کیا جائے اور عمل وہ ہو جو مسنون و ماثور ہو اور یہ کہ قبولیتِ دعا کی شرطِ لازم رزقِ حلال ہے۔

بعدازاں محترمہ نے تنظیم اسلامی کے دستور کی چند شقوں کا مطالعہ کرایا۔اختتام پر محترمہ آپا رضیہ مدنی صاحبہ نے دعا کروائی۔

(رپورٹ: عاتکہ علاؤ الدین خان' نائب ناظمہ تنظیم شرقی)

پاکستان بھر میں ''تنظیم اسلامی'' اور ''مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے زیر اہتمام' رمضان المبارک کے دوران ہونے والے دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگراموں کی تفصیل۔حلقۂ سندھ زیریں' کراچی حلقۂ خواتین حلقہ پنجاب غربی اور حلقہ لاہور ڈویژن کے پروگراموں کی تفصیل پچھلے شمارے میں دی جا چکی ہے۔یہاں حلقہ پنجاب شمالی اور حلقہ پنجاب جنوبی کے پروگراموں کی تفصیل پیش ہے۔

حلقہ پنجاب شمالی

نمبر شمار	مقام	مترجم
-1	جامع مسجد گلزار' قائد چکلالہ' راولپنڈی	خالد محمود عباسی' ناظم حلقہ پنجاب شمالی
-2	جامع مسجد الہدیٰ' پیپلز کالونی' گنج بھاٹہ' راولپنڈی	نیاز احمد عباس' امیر تنظیم اسلامی بیروٹ شمالی
-3	بر مکان عظمت ستار ثاقب صاحب' F-10/3 اسلام آباد	حافظ عاطف وحید' امیر تنظیم اسلامی' اسلام آباد
-4	جامع مسجد سید گل کری روڈ' راولپنڈی	نوید احمد عباسی (متوقع)
-5	جامع مسجد العابد' گوجر خان	مشتاق حسین' امیر تنظیم اسلامی' گوجر خان
-6	دفتر تنظیم اسلامی' مظفر آباد	طاہر سلیم' امیر تنظیم اسلامی مظفر آباد

اس کے علاوہ حلقے میں دس مقامات پر تراویح کے بعد ویڈیو کے ذریعے پروگرام ہوگا۔چار مقامات پر تراویح کے بعد خلاصہ بیان کیا جائے گا۔دس مختلف مقامات پر کیبل آپریٹرز سے رابطہ کر کے دورہ کی سی ڈیز چلانے کا پروگرام طے پایا ہے۔

حلقہ پنجاب جنوبی

نمبر شمار	مقام	مدرس	کیفیت
-1	ملتان۔قران اکیڈمی	ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی	دورۂ ترجمۂ قرآن
-2	ملتان کینٹ۔مسجد قرطبہ' گارڈن ٹاؤن	محمد سلیم اختر صاحب	بعد نماز تراویح' ایک ایک گھنٹہ کے دو لیکچر
-3	اسرہ نیو ملتان۔5/H' شاہ رکن عالم کالونی	محمد عطاء اللہ خان	دورۂ ترجمۂ قرآن' بعد نماز عشاء تا نصف شب
-4	وہاڑی۔مرکز تنظیم' فرید ٹاؤن	ڈاکٹر اسرار احمد	دورۂ ترجمۂ قرآن' بذریعہ ویڈیو کیسٹ
-5	بہاول پور۔مسجد جامع القرآن' مدینہ ٹاؤن	نثار احمد شفیق صاحب	دورۂ ترجمۂ قرآن
-6	ہارون آباد' مسجد جامع القرآن' حشمت کالونی	رحمت اللہ بٹر صاحب (مرکزی ناظم دعوت)	دورۂ ترجمۂ قرآن

View Point

Abid Ullah Jan
abidjan@tanzeem.org

Free People

Can we expect General Musharraf, Chief of Army Staff of the Islamic Republic of Pakistan, to say, "Pakistan's army is an Islamic army"? Can he elaborate the theme in the following words: "We are hated because we are Muslims, a nation of believers. Those who clearly lied and deceived the world to invade and occupy two Muslim countries and who actively support Israel's never ending occupation and repression will only be defeated if we come against them in the name of Allah. We in the army of Allah, in the kingdom of Allah, have been raised for such a time as this."

The answer is, No. Musharraf can never say so, nor can any Chief of any armed forces in the Muslim world for that matter. They cannot say so, we may say, because they are not extremists. But so is not the senior Pentagon intelligence official who has called the US military "a Christian army" and refused to withdraw his comments.

If the present Muslim rulers cannot claim that they are appointed by Allah in those positions and they have the duty to end direct and indirect occupation of their countries and relieve oppressed Muslims from the clutches of tyranny, it is not that they are tyrants themselves, or they are not extremists. Lieutenant General William Boykin, an evangelical Christian, too, claims he is "neither a zealot nor an extremist, only a soldier who has an abiding faith."

What then makes the difference? Does it mean that Muslim leaders and Chiefs of armed forces have no "abiding faith" which may enable them to make such comments?

They may not be extremists. They may have abiding faith as well. However, the simple reason they cannot make such bold statements or get into action against injustice is clearly underlined by Donald Rumsfeld, who needs full appreciation for his candid talk when he addresses his duped subjects.

Responding to Muslim critics of William Boykin remarks Rumsfeld highlighted that these are the "views" of "the people in the military, or in civilian life, or in the Congress, or in the Executive Branch." The clear message comes in the last sentence: "That are their views. That's the way we live. We are a free people."

Muslims need to take a lesson from these honest words. They must stop criticising American military and political leadership for saying what they really deserve. They "are a free people" indeed.

Complains after wilful surrender and inaction does not make any sense. Those who have surrendered their freedom; assisted American leaders in developing ruses for invasions; those who physically supported an invisible genocide of Iraqi people for more than a decade and then provided all logistic support for the final bloodletting of civilians in Afghanistan and Iraq, do not deserve to condemn what the American leadership truly believe.

Personal belief is personal belief. Stating it in private or in public, or not stating it at all, is irrelevant. Your actions speak volumes of your belief. And that is what matters. If Muslims or their non-Muslim sympathisers failed to stop unjust actions of American leadership, it would make little difference if they force them not to state their inner conviction.

Is shutting up - Bush from saying he is an appointee of God, or his lieutenants from saying, they are an army of God on a mission against idol worshipers - a solution to ending the ongoing US Israeli occupations and pervasive injustice in their foreign policy at all levels? If they shut up, will that bring a change in their attitude and actions as well?

If the answer is negative, it means making an issue of their remarks about Muslims is of no use at all. As a "free" person, Mr. Boykin has already refused to withdraw his comments and his team-members have fully supported him.

One has to be "free" to mind or make such comments. Muslims' job at the moment seems not to mind these petty issues. Rather they are busy learning how to tolerate every injustice with a smile. That is the "enlightened moderation," the education to live happily as subjects of "free" people and worry only about their bread and butter. As long as you get it, don't bother about religion, dignity or freedom.

These are luxuries, a free people can afford. As a subject publicly saying you have an "abiding faith" makes you an extremist right away. However, as a "free people" you have the right to publicly pray in the White House, visit religious gathering in military uniform and wage your wars in the name of religion and God.

As a subject, however, you have to learn "enlightened moderation," keeping your religion in a closet not because it will adversely affect your public life, but a lesson from it might threaten freedom of the "free people" if you come to learn that it calls for resistance to injustice, occupations and oppression.

Until Muslims learn this lesson, until they themselves are free, they are not in a position to tell the truth let alone criticising Bush, his team and their allies for their words or deeds. Unable to tell as it is, they better heartily appreciate Bush and his team, whose actions might remind them of the lesson they want to ignore through learning new philosophies of moderation - the core of which is nothing but learning and teaching submission to injustice.

It only takes free people to criticise free people; oppressed need only concentrate on liberation. Resignation of one or all oppressors or their apology is not a key to liberation from a system that oppresses. This reality makes everyone oppressed except a few thousand "free" who keep the system alive at home and abroad.

Vol : 12 Regd. No. LRL -50 No.40

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

موسس تنظیم اسلامی و داعئ تحریک خلافت پاکستان ' ڈاکٹر اسرار احمد کی چند فکر انگیز تصانیف

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم
منہج انقلاب نبویؐ
مجلد 200 روپے، غیر مجلد 140 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی، ایمان کا فلسفہ، ایمان و عمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیقی و فکری تصنیف
حقیقت ایمان
اشاعت خاص 90 روپے، اشاعت عام 50 روپے

امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل اور
نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت
مجلد 60 روپے، غیر مجلد 36 روپے

تحریک پاکستان کا تاریخی و سیاسی پس منظر،
اسلامیان پاکستان کا تہذیبی و ثقافتی پس منظر
اسلام اور پاکستان
مجلد 40 روپے، غیر مجلد 20 روپے

برصغیر پاک و ہند میں
اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل
اور اس سے انحراف کی راہیں
اعلیٰ ایڈیشن 48 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
دینی فرائض کا جامع تصور
اشاعت خاص 18 روپے، اشاعت عام 10 روپے

علمی و فکری اور دعوتی و تحریکی کاوشوں کا نچوڑ
علمی خطوط کی نشان دہی
دعوت رجوع الی القرآن
اعلیٰ ایڈیشن 100 روپے

قرآن کے نام پر اٹھنے والی تحریکات اور علمائے کرام کے خدشات
شیخ الہند مولانا آزاد اور مسئلہ انتخاب و بیعت امام الہند
جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی
مجلد 120 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
عیدالاضحیٰ اور فلسفہ قربانی
9 روپے

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز جس کا
انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے
مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
اشاعت خاص 20 روپے، اشاعت عام 10 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں
راہِ نجات
40 روپے

سابقہ اور موجودہ
مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل
اور مسلمانان پاکستان کی خصوصی ذمہ داری
اشاعت خاص 45 روپے

حدیث قدسی: "الصوم لی وانا اجزی بہ"
میں مضمر حکمت دین کے اصولوں کی شرح
عظمت صوم
10 روپے

بعثت انبیاء کا اساسی مقصد، بعثت محمدیؐ کی اتمامی و تکمیلی شان
نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت
اشاعت خاص 36 روپے، اشاعت عام 15 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ
اسلام میں عورت کا مقام
اشاعت خاص 60 روپے، اشاعت عام 30 روپے

مفصل فہرست طلب کیجئے: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، 36K ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 03-5869501